ماہنامہ
اہلسنت و جماعت کا ترجمان
فکرِ رضا کا امین
لاہور
اردو
انگریزی
کنز الایمان
چیف ایڈیٹر محمد نعیم طاہر رضوی
منظر قم
جنوری ۱۹۹۵ء
قیمت ۱۰/- روپے

ڈاکٹر آفتاب نقوی
نے سب سے پہلے پنجابی نعت پر تحقیقی مقالہ لکھ کر ڈاکٹریٹ
کی ڈگری حاصل کی۔

ڈاکٹر
آفتاب نقوی سے
مل کر زندگی سے
محبت ہو جاتی تھی

"اوج" کا
نعت نمبر حقیقتاً ایک
انسائیکلوپیڈیا ہے

مسلکی لحاظ سے
ڈاکٹر آفتاب نقوی کا
تعلق بریلوی مکتبہ فکر
سے تھا

صدارتی ایوارڈ کی ساری رقم
ڈاکٹر صاحب نے کالج کے میگزین فنڈ میں جمع کرا دی

"اوج" کا نعت نمبر انتخابِ نعت کا حسین مرقع ہے

ماہنامہ "کنز الایمان" لاہور

"تحریکِ خلافت و ترکِ موالات نمبر"

کی کامیاب اشاعت کے بعد

"تحریکِ پاکستان نمبر"

کی تاریخی اشاعت پر پاکستان بنانے والے علماء و مشائخ و کارکنان کا عظیم الشان تاریخی اجتماع

تحریکِ پاکستان نمبر کی تقریبِ رونمائی

مورخہ ۱۵ جنوری ۱۹۹۶ء بروز پیر 1 بجے دوپہر الحمرا ہال نمبر۲ میں منعقد ہو رہی ہے۔ اس تقریب میں ملک بھر کی درگاہوں کے سجادہ نشین، سینیٹرز اور ممبران قومی و صوبائی اسمبلی شرکت کر رہے ہیں

شرکت کیلئے دعوتِ عام ہے۔ خواتین بھی شریک ہو سکتی ہیں

منجانب

کنز الایمان سوسائٹی صدر بازار لاہور چھاؤنی، برائے رابطہ ۳۷۱۹۲۷ ، ۳۷۲۹۲۷ ، ۶۶۶۰۲۸۲

شعبان المعظم ۱۴۱۶ھ جنوری ۱۹۹۶ء جلد نمبر۵ شمارہ نمبر۱۱

اہلسنت کا ترجمان، فکرِ رضا کا امین

اردو انگریزی

ماہنامہ کنزالایمان لاہور

منظور
رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۹۱۱

بفیضانِ نظر
اعلیحضرت امام احمد رضا خان
حنفی قادری
رحمۃ اللہ علیہ

مترجم قرآنِ پاک ہمیشہ
کنزالایمان
کہہ کر طلب کریں

خصوصی اشاعت

آفتاب نقوی نمبر

چیف ایڈیٹر: محمد نعیم طاہر رضوی

ایڈیٹر: طارق محمود عزیز

سب ایڈیٹر: عبدالوحید سیالوی

اس شمارے میں

مجلسِ ادارت: طارق محمود بٹ، ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی

مجلسِ مشاورت: مرزا سراج احمد عادل، شیخ عبدالحمید جیلانی اشرفی

سرکولیشن: محمد آصف، ماجد غلام رسول

انتظامیہ: ڈاکٹر خالد قمر، طارق محمود گولڑوی، ناصر عزیز

اشتہارات: عارف محمود بٹ
میاں عمران صدیق

پبلشر: ڈاکٹر محمد جمیل

پرنٹر: محمد نسیم، چاچا پرنٹنگ پریس لاہور کینٹ

قیمت فی شمارہ ۱۰ روپے سالانہ ۱۱۰ روپے
ڈرافٹ: ماہنامہ کنزالایمان لاہور
اکاؤنٹ نمبر: ۱۷-۵۶۸۵ حبیب بینک لاہور کینٹ پاکستان

زرِ تعاون بیرونِ ملک:
امریکہ: ۲۵ ڈالر بذریعہ ہوائی جہاز
یورپ: ۲۳ ڈالر " "
عرب: ۲۰ ڈالر " "
ایران، ترکی، عراق ۵ ڈالر

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ ماہنامہ کنزالایمان لاہور --- دہلی روڈ، صدر بازار - لاہور چھاؤنی پوسٹ کوڈ ۵۴۸۱۰
فون نمبرز ۳۷۱۹۴۷ --- ۳۷۲۹۴۷

کمپوزنگ: السید کمپوزنگ سنٹر - ڈھاکہ روڈ، صدر بازار - لاہور چھاؤنی، فون نمبر: ۳۷۳۰۷۲ ---- ٹائیٹل: محمد الیاس نقشبندی

ارشادات رب العالمین جل جلالہ۔ اللہ تعالیٰ بے قراروں کی دعا قبول کرتا ہے۔

ترجمہ = دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے پکارے البقرہ ۱۸۶۔

تشریح= دعا عرض حاجت ہے اور اجابت یہ ہے کہ پروردگار اپنے بندے کی دعا پر لبیک عبدی فرماتا ہے مراد عطا فرمانا دوسری چیز ہے وہ بھی کبھی اس کے کرم سے فی الفور ہوتی ہے کبھی بمقتضائے حکمت کسی تاخیر سے کبھی بندے کی حاجت دنیا میں روا فرمائی جاتی ہے اور کبھی آخرت میں کبھی بندے کا نفع دوسری چیز میں ہوتا ہے وہ عطا کی جاتی ہے۔ کبھی بندہ محبوب ہوتا ہے اس کی حاجت روائی میں اس لئے دیر کی جاتی ہے کہ وہ عرصہ تک دعا میں مشغول رہے۔ کبھی دعا کرنے والے میں صدق و اخلاص وغیرہ شرائط قبول نہیں ہوتے اسی لئے اللہ کے نیک اور مقبول بندوں سے دعا کرائی جاتی ہے۔ مسئلہ۔ ناجائز امر کی دعا کرنا جائز نہیں۔ دعا کے آداب میں سے ہے کہ حضور قلب کے ساتھ قبول کا یقین رکھتے ہوئے دعا کرے اور شکایت نہ کرے کہ میری دعا قبول نہ ہوئی۔ ترمذی کی حدیث میں ہے کہ نماز کے بعد حمد و ثناء اور درود شریف پڑھے پھر دعا کرے۔

ارشادات رحمت اللعالمین ﷺ

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجھے سرکار نے نصیحت فرمائی کہ میں دس باتوں پر عمل کروں (۱) اگر مجھے جان سے مارے جانے یا جلائے جانے کا بھی خوف ہو جب بھی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت میں کسی کو شریک نہ کروں (۲) اگر والدین مجھے یہ حکم دیں کہ اہل و عیال کو چھوڑ دے جب بھی ان کی نافرمانی نہ کروں (۳) جان بوجھ کر فرض نماز کو ترک نہ کروں کیونکہ جو جان بوجھ کر نماز کو ترک کرتا ہے وہ اللہ کے ذمہ میں نہیں رہتا (۴) شراب نوشی سے احتراز کروں کیونکہ یہ تمام برائیوں کی جڑ ہے (۵) ارتکاب گناہ سے بچوں کیونکہ گناہ غضب الٰہی کا سبب بنتے ہیں (۶) اگر جنگ میں لوگ مرکٹ رہے ہوں تو بھی جنگ سے نہ بھاگوں (۷) اگر کہیں (وبا کی وجہ سے) اموات ہونے لگیں تو وہیں ٹھہروں اور وہاں سے نہ بھاگوں (۸) استطاعت کے مطابق اہل و عیال کی کفالت کروں (۹) ان کی تربیت سے غافل نہ رہوں (۱۰) اور ان کو خشیت الٰہی کو تعلیم دوں (مشکوٰۃ شریف۔ جلد اول)

ارشادات اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

بیوی کا شوہر پر حق

مرد پر عورت کا حق نان و نفقہ دینا۔ رہنے کو مکان دینا مہر وقت پر ادا کرنا اس کے ساتھ بھلائی کا برتاؤ رکھنا اور اسے خلاف شرع باتوں سے بچانا ہے۔

شوہر کا حق بیوی پر

عورت پر مرد کا حق خاص امور زوجیت میں اللہ و رسول ﷺ کے بعد تمام حقوق حتیٰ کہ ماں باپ کے حق سے زائد ہے۔ ان امور میں شوہر کے احکام کی اطاعت اس کے ناموس کی نگہداشت عورت پر فرض اہم ہے۔ عورت شوہر کی اجازت کے بغیر محارم کے سوا کہیں نہیں جاسکتی اور محارم میں سے بھی ماں باپ کے یہاں ہر آٹھویں دن صبح سے شام تک کے لئے اور بہن بھائی چچا، ماموں، خالہ پھوپھی کے یہاں سال بھر بعد اور شب کو کہیں نہیں جاسکتی نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں اگر کسی کو کسی غیر خدا کے سجدے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

شہید ملت — ڈاکٹر سید آفتاب احمد نقوی کی یاد میں — از سید محمد امین نقوی

سید ملک سخن جاتا رہا — آفتاب علم و فن جاتا رہا

شہسوار عرصہ اہل قلم — فکر و دانش کا چمن جاتا رہا

خوش زبان و خوش بیان و خوش ادا — خوش نصیب و خوش لگن جاتا رہا

وہ محقق نعت گو شاعر ادیب — عشق احمد میں مگن جاتا رہا

وہ صحابہ پر دل و جان سے فدا — مدح خوان پنجتن جاتا رہا

وہ شہید کربلا کا لاڈلا — ماہ سرکار حسنین جاتا رہا

قاتل آل محمد ہے یزید — جس سے لطف انجمن جاتا رہا

آہ قاتل تیرے ہاتھوں سے مرے — خانداں کا بانکپن جاتا رہا

عرش کانپا فرش پر ہے زلزلہ — ایک مرد خوش چلن جاتا رہا

دن دہاڑے اور بھرے بازار میں — گلبدن گل پیرہن جاتا رہا

جان دے کر جنت الفردوس میں — بلبل باغ سخن جاتا رہا

ہے مگر زندہ قیامت تک شہید — گرچہ ملبوس کفن جاتا رہا

ہے فنا مردوں کو مردوں کو نہیں — وہ ادب کا کوہکن جاتا رہا

ہے فنا میراث بے علم و ہنر — دے کے وہ گنج سخن جاتا رہا

اوج کا تارا رہے گا روح پر — گرچہ بحر موجزن جاتا رہا

اللہ اللہ وہ محب خوش نیت ۱۴۱۶ھ — زندہ دل شیریں دہن جاتا رہا

حاضر ۱۴۱۶ھ دربار ہے ذی اقتدار — نقوی پاکیزہ تن جاتا رہا

ماہ ظلمت ۱۴۱۶ھ شغل نیکو ۱۴۱۶ھ موعظت ۱۴۱۶ ۱۴۱۶ھ — پیکر حسن حسن جاتا رہا

رشتہ الفت ۱۴۱۶ فضیلت ۱۴۱۶ کاملہ — وقت رحلت خندہ زن جاتا رہا

اہل سنت کی جماعت کا فخر — دلبر ارض وطن جاتا رہا

ہائے نقوی کا عزیز محترم — افتخار ہر زمن جاتا رہا

نوٹ= سید محمد امین نقوی صاحب ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی شہید کے ماموں ہیں اور ڈاکٹر صاحب کی نماز جنازہ بھی سید محمد امین نقوی صاحب نے پڑھائی۔

اداریہ

وہ اک جو مدح خوان رسول ﷺ تھا

ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی نامور صاحب علم بہترین ادیب خوش ذوق شاعر اور اعلی پائے کے محقق تھے۔ آپ نے اپنی محنت اور علم دوستی کی بنا پر ادبی دنیا میں اہم مقام بنایا تھا۔ عملی دنیا میں آپ نے معلمی کے اعلی پیشے کو اپنے لئے منتخب کیا عشق رسول ﷺ اپ کو ورثے میں ملا تھا عمر کے ساتھ ساتھ یہ شوق بھی پروان چڑھا اور ۹۴۔۱۹۹۳ء میں "اوج" نعت نمبر میں ڈھل کر ہمارے سامنے آیا۔

دو ضخیم جلدوں پر مشتمل اس نمبر کی ہر سطح پر پذیرائی ہوئی بلا شبہ نعت رسول ﷺ کے حوالے سے یہ ایک اچھوتی اور منفرد دستاویز ہے نعت کی تاریخ سے لیکر جدید نعت نعت کے فکرو فن نعتیہ کتابون اور نعتیہ جرائد سے لیکر برصغیر کی تقریبا تمام زبانوں اور چند عالمی زبانوں کی نعتیں بھی اس نمبر میں شامل ہیں اور ساتھ ہی ساتھ غیر مسلم شاعروں کی نعتیہ شاعری بھی اس خاص نمبر کی زینت ہے۔ الغرض نعت کے حوالے سے "اوج" نعت نمبر ایک انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتا ہے۔

اس نعت نمبر کی تدوین سے پہلے ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی پنجابی زبان کی نعتیہ شاعری پر بعنوان پنجابی نعت تے تنقیدی جائزہ کے تحت ایک شاہکار مقالہ لکھ کر ڈاکٹریٹ کی ڈگری بھی حاصل کر چکے تھے اس مقالے میں پنجابی نعت کے ارتقاء کا جائزہ لیاگیا ہے اور اس کے ذریعے ڈاکٹر صاحب کئی ایسے شاعروں کے منظر عام پر لائے ہیں جن سے ہماری ادبی تاریخ ناواقف تھی یہ مقالہ ہمارے اسلامی ادب کے سلسلے میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھنے کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر صاحب کے دین و ادب کے ساتھ والہانہ رشتے کا بھی گواہ ہے

ان گوناں گوں خصوصیات کے باوصف ڈاکٹر افتاب نقوی انتہائی خلیق ملنسار اور شریف الطبع شخص تھے ڈاکٹر صاحب کا حلقہ احباب انتہائی وسیع تھا مختلف علمی و ادبی انجمنوں کی رکنیت کے ساتھ ساتھ آپ پاکستان سنی رائٹرز گلڈ کے بھی رکن تھے مرکزی مجلس رضا اور کنزالایمان سوسائٹی کے ساتھ آپ کی ہمدردیاں آخر وقت تک برقرار رہیں۔ اہلسنت کی ممتاز علمی شخصیات حکیم محمد موسی امرتسری، راجہ رشید محمود، پیرزادہ اقبال احمد فاورقی اور صاجزادہ میاں زبیر احمد قادری کے ساتھ آپ کی انتہائی وابستگی تھی۔

ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی کی اچانک وفات ان سے وابستہ ہر شخص کے لئے ایک ناقابل برداشت صدمہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے بہت سے اہم کام نامکمل اور ادھورے رہ گئے ہیں۔ لیکن خدا کی رضا کے آگے کسی کا بھی بس نہیں ہم سوائے دعائے مغفرت اور افسوس کے اور کیا کرسکتے ہیں؟

ماہنامہ کنزالایمان کا یہ شمارہ ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی کے نام ہے اور ان کی خدمات اور شخصیت کو عوام کے سامنے لانے کی ایک ادنی سی کاوش ہے ہم امید کرتے ہیں کہ ان کے دیگر احباب بھی اس سلسلے میں قدم بڑھائیں گے۔ خصوصا صاحب ثروت حضرات سے گذارش ہے کہ وہ ڈاکٹر صاحب کے پی ایچ ڈی کے مقالے کو منظر عام پر لانے کے سعی کریں۔

مولانا الیاس قادری پر قاتلانہ حملہ

۱۷ دسمبر کی رات گیارہ بجے جب مولانا الیاس قادری امیر دعوت اسلامی لاہور سے کراچی روانہ ہورہے تھے تو ان کی کار پر حملہ کیا اس سے دعوت اسلامی کے دو کارکن شہید ہوگئے

یہ بات سب جانتے ہیں کہ مولانا الیاس قادری صاحب کی جماعت ایک تبلیغی جماعت ہے اور اس کے کارکن اشاعت اسلام کا عظیم کارنامہ سرانجام دے رہے ہیں ان کی بڑھتی ہوئی مقبولیت سے غیر مسلک کی تنظیمیں پریشان ہیں۔ ان جماعتوں کے کارکن اسلحہ سے لیس ہیں۔

اہلسنت کے علماء پر گذشتہ کچھ عرصہ سے متواتر حملے ہورہے ہیں جن میں مولانا اکرم رضوی شہادت پاچکے ہیں جبکہ مولانا سعید اسد اور مولانا اقبال اظہری اور اب مولانا الیاس قادری قابل ذکر ہیں۔

ہم "ماہنامہ کنزالایمان" کے جنوری ۱۹۹۵ء کے شمارے میں بھی یہ

باقی صفحہ ۱۸ کالم ۲

یادِ رفتگاں

آہ ڈاکٹر آفتاب نقوی

ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

۲۸ اکتوبر ۱۹۹۵ کو لاہور میں ایک ایسا المیہ پیش آیا جو اہل درد کے لئے قیامت سے کم نہ تھا ایک لرزہ خیز اور بہیمانہ واردات جس نے پتھر دلوں کو بھی رلادیا۔ انسانوں کا شکار کرنے والے منحوس و بد بخت ہاتھ دو بے گناہ اور معصوم انسانوں کو خاک و خون میں لت پت کر گئے۔

انسانوں کے اس بھرے جنگل میں جسے کبھی داتا کی نگری کہتے تھے اسی شہر کی ایک پر ہجوم سڑک پر جو انسانی تنکوں کو لیکر چوبیس گھنٹے یوں رواں دواں رہتی ہے جیسے کسی خوفناک جنگل کے گھنے درختوں کے درمیان سے گزرتی ہوئی پرشور ندی اپنے ساتھ تنکوں اور ٹہنیوں کو بہاتی ہوئی کسی کی پرواہ کیئے بغیر بہتی چلی جاتی ہے۔

۲۸ اکتوبر کی یہ صبح ایک ایسا ہی غم ناک منظر لیکر آئی۔ دو درندہ صفت انسان نما نوع انسانیت کے شکاری داکٹر آفتاب نقوی اور ان کے ہمراہی شاعر مقبول کاوش کو لاہور کی پرہجوم سڑک پر خاک و خون میں تڑپتا چھوڑ کر فرار ہوگئے۔ علم و عرفان اور ادب و ہنر کے دو چمکتے ہوئے ستارے خاک میں پنہاں ہوگئے۔

اتنی عظیم ہستیاں اور انمول جانیں یوں ظلم و بربریت کی بھینٹ چڑھ جاتی ہیں یہ تو کبھی سوچا ہی نہ تھا مگر یقین تو ابھی تک نہیں آرہا اپنے گھر اور کالج کے درمیان صرف ایک فرلانگ کے پرہجوم راستے میں ڈاکٹر آفتاب نقوی جیسا آفتاب علم ... اب یوں غروب ہوسکتا ہے دل نہیں مانتا تعلیم کے مقدس پیشے کو جزو ایمان و شیوہ پیغمبری سمجھ کر علم و ادب کی شمعیں روشن کرنے والوں کے ساتھ بھی یہ سلوک ہوسکتا ہے۔

ایک ناقابل یقین بات ہے مگر یہ سچ ہے کہ علم وادب کے موتی بکھیرنے والی زبان ہمیشہ کے لئے قاتل کی ایک گولی نے خاموش کردی ہے اور علم پرور ' ادب نواز اور انسان دوست ہنستا مسکراتا آفتاب نقوی انسانوں کا شکار کرنے والے دو مجہول نسب درندہ صفت ہم سے چھین کر لئے گئے۔ اب ڈاکٹر آفتاب نقوی اس دنیا میں نہیں رہے!

مرحوم و مغفور ڈاکٹر آفتاب نقوی سے راقم کی شناسائی بہت پرانی ہے۔ وہ میرے کالج کے طالب علم رہے ہیں۔ انہوں نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کرنے کے لئے پنجابی کی نعتیہ شاعری پر بڑا دقیع اور پرمغز تحقیقی مقالہ تحریر کیا یوں نعت مصطفیٰ ﷺ ان کا مرغوب ترین موضوع بن گیا۔ اپنے کالج کے میگزین کا نعت نمبر، ان کے بلند ذوق ' انتھک محنت اور نعت نبوی ﷺ سے ان کے والہانہ شغف کا ثبوت ہے حسن انتخاب جمال ترتیب اور کمال تنوع کے باعث یہ نعت نمبر نہ صرف یہ کہ نعتیہ شاعری کے ایک معتبر ماخذ کی حیثیت سے زندہ رہے گا بلکہ اسے ادبیات عالیہ کا بھی ایک حسین مرقع سمجھا جائے گا۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے کسی نے کسی کی بہت تعریف کی تو آپ نے دریافت فرمایا تھا کہ کیا تم نے اس سے کبھی لین دین کیا؟ جواب دیا گیا نہیں آپ نے پوچھا تو کیا کبھی شریک سفر رہے؟ عرض کیا گیا نہیں تو آپ نے فرمایا پھر تو اس کے بارے میں کیا جان سکتا ہے راہ پیا جانے یا واہ پیا (آدمی کا پتہ یا تو شریک سفر ہونے سے چلتا ہے یا اس کے ساتھ معاملہ کرنے سے) راقم کو ڈاکٹر نقوی سے دونوں باتوں کا موقع ملا وہ لین دین کے کھرے اور بہترین شریک سفر تھے۔

میری ان سے آخری ملاقات گزشتہ ماہ ہوئی تھی۔ وہ اپنے چھوٹے بھائی کے قائم کردہ سکول (سادات ماڈل سکول) کے سرپرست اعلی تھے۔ اسی سکول کی ایک سالانہ تقریب کی صدارت کے لئے مجھے بلایا گیا تھا۔ سوئے اتفاق سے بجلی نہیں تھی۔ گرمی ابھی خاصی تھی پسینے اور حبس کی آزمائش سے گزرنا پڑرہا تھا۔ پروگرام بہت لمبا چوڑا تھا مگر ڈاکٹر آفتاب نقوی سے انسانوں کی یہ آزمائش برداشت نہ ہوسکی اور پروگرام کو بہت مختصر کرنے کا حکم دیا۔ میں نے انہیں تقریر کرتے ہوئے کم ہی دیکھا تھا۔ اس موقع پر ان کی گفتگو سے ان کے غیر معمولی احساسات اور موثر انداز کا علم ہوا۔ میں جب روانہ ہوا تو بہت دور تک الوداع کہنے آئے۔ بصد اصرار اور بڑی

کوشش سے انہیں روکا مگر ان کی وضع داری کے سامنے ایک نہ چلی اس وقت مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ یہ ان سے آخری ملاقات ثابت ہوگی۔

اخبارات میں تو ان کے چھ بچوں کا ذکر ہوا ہے مگر وہ اپنے چھوٹے بھائی بہنوں کے باپ بھی تھے جو بچپن میں یتیم رہ گئے تھے۔ ان کی پرورش اور سرپرستی بھی انہوں نے کی ابھی تک سب بھائی اپنے اسی بے مثال بھائی کے ساتھ اور اس کے سہارے زندگی گزار رہے تھے۔ یوں ایک بہت بڑا کنبہ شفقت و ہمدردی کے سہارے سے محروم ہوگیا۔ سب بھائی یوں اداس غمگین اور آہیں بھرتے نظر آرہے تھے جیسے وہ ایک بار پھر یتیم ہوگئے ہوں۔

موت برحق ہے بلکہ ایک ایسا حق جس سے کوئی بھی محروم نہیں رکھا گیا۔ لیکن بعض انسانوں کی موت اس قدر عجیب لگتی ہے کہ جیسے انہیں مرنا نہیں چاہئیے تھا۔

ڈاکٹر نقوی کی موت بھی ایسا ہی المناک حادثہ ہے وہ اگر نہ مرتے تو اچھا ہوتا بلکہ بہت ہی اچھا ہوتا مگر مجہول نسب قاتلوں کو اس کا کیا پتہ تھا انہیں کیا خبر کہ وہ ایک پردہ نشین بیوی سے اس کا شوہر اور معصوم بچوں سے ان کا باپ ہی نہیں چھین رہے بلکہ وہ ایک اچھے بھائی ایک اچھے دوست ایک اعلی انسان بلکہ ایک مخلص مسیحا کی جان لے رہے ہیں ایک اچھے استاد کے دماغ پر گولیاں برسا رہے ہیں ایک عالم کو خاک و خون میں روند رہے ہیں۔ علم و ادب کے ایک روشن ستارے کو شہرت کی بلندیوں سے اتار کر خاک میں ملا رہے ہیں!

ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی ایک بلند پایہ محقق تھے۔ ایسے محقق دنیا بھر میں سب سے پیچھے رہنے والی ہماری اس ناخواندہ قوم میں کہاں ہیں؟ وہ ایک بہترین ماہر تعلیم تھے۔ تعلیمی طور پر پسماندہ ملک کو ایسے ہی ماہرین تعلیم کی اشد ضرورت ہے وہ ایک بلند ذوق ادیب تھے جن کے ادبی کارنامے ہمیشہ زندہ رہیں گے اور سب سے بڑھ کر وہ ایک بہترین اور مشفق استاد تھے تمام دنیا سے پیچھے رہنے والی اس قوم کے پاس ایسے استاد کہاں ہیں؟ وہ متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔ انہوں نے تھوڑی سی مدت میں بے شمار علمی و تحقیقی مقالات لکھے تھے۔ اپنی بے پناہ صلاحیت اور انتھک محنت سے انہوں نے علمی و ادبی دنیا میں بڑی مختصر سی مدت میں نام پیدا کرلیا تھا ڈاکٹر نقوی بے شمار خوبیوں کے مالک تھے مگروہ بہت جلد ہم سے بچھڑ گئے سب کو روتا اور آہیں بھرتا ہوا چھوڑ کر چل دیے

"خوب درخشید ولے شعلہ مستعجل بود"

ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی کا قتل اور وزیرِ اعلیٰ پنجاب کی ذِمّہ داری،

عطاء الحق قاسمی

جب میری اہلیہ نے ڈاکٹر آفتاب نقوی اور مقبول کاوش کے لرزہ خیز قتل کی خبر اخبار میں پڑھی تو اس نے کہا آپ ۱۹۷۰ میں امریکہ کی شہریت چھوڑ کر واپس پاکستان آگئے تھے اگر ممکن ہو تو اب بچوں کی خاطر دوبارہ امریکہ کی شہریت حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

وہ کیوں ؟........میں نے پوچھا

اس لئے کہ جہاں اسکالروں اور سو فیصد امن پسند شہریوں کی زندگیاں بھی محفوظ نہ رہیں وہاں سے ہجرت کرجانا ہی بہتر ہے

میں نے اپنی اہلیہ کی زبانی اس طرح کی بات پوری ازدواجی زندگی میں پہلی مرتبہ سنی اور میں نے سوچا کہ دشمن اپنی حکمت عملی میں پوری طرح کامیاب ہے وہ پاکستانیوں کو پاکستان کے مستقبل سے مایوس کرنا چاہتا ہے اور جب کوئی قوم اپنے مستقبل سے مایوس ہو جاتی ہے تو پھر اسے فتح کرنے کے لئے ہتھیار اٹھانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

میں ڈاکٹر آفتاب نقوی اور مقبول کاوش دونوں کو ذاتی طور پر جانتا ہوں ۔ مقبول کاوش ایک اچھے شاعر اور نہایت شریف النفس انسان تھے ۔ ڈاکٹر آفتاب نقوی سے میرے دہرے تہرے رشتے ہیں ۔ وہ میرے عزیز اور نوائے وقت کے ادبی ایڈیشن کے انچارج عمران نقوی کے بڑے بھائی تھے ۔ پاکستان اور اسلام سے ان کی والہانہ وابستگی کے حوالے سے میرے دل میں ان کے لئے بہت احترام ہے اور پھر ہم ایک ہی یونیورسٹی کے فیض یافتہ تھے ۔ وہ اگرچہ مجھ سے جونیئر تھے لیکن علمی فضیلت میں وہ سب پر بازی لے گئے۔

انہوں نے نعت میں پی ایچ ڈی کی اور پھر اپنی تمام دلچسپیوں اور سرگرمیوں کا محور نعت ہی کو بنا لیا انہوں نے رسالہ اوج کا نعت نمبر نکالا جو کئی ہزار صفحات پر محیط تھا اور غالبا اس موضوع پر اس سے بڑا کام آج تک نہیں ہوا ۔ چنانچہ جب انہیں اس عظیم کام پر صدارتی ایوارڈ سے نوازا گیا تو ہر طرف سے حق بہ حقدار رسید کی آوازیں سنائی دیں اگرچہ مسلکی لحاظ سے ان کا تعلق بریلوی مکتبہ فکر سے تھا لیکن وہ انتہائی مرنجاں مرنج انسان تھے فرقہ واریت ان کے قریب سے بھی نہیں گزری تھی چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ان کے جنازے میں دیوبندی بریلوی اہل حدیث شیعہ سبھی شامل تھے اور ان کی طبعی شرافت سے آشنا دوست دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے یہی معاملہ بچارے مقبول کاوش کا تھا وہ ڈاکٹر صاحب سے ملنے ان کے گھر گئے دونوں نے ناشتہ اکٹھے کیا اس کے بعد ڈاکٹر آفتاب نقوی نے اپنے کالج جانے کے لئے موٹر سائیکل اسٹارٹ کرنے کی کوشش کی تو وہ اسٹارٹ نہ ہوا مقبول کاوش نے انہیں اپنے موٹر سائیکل پر بٹھایا ابھی وہ تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ موٹر سائیکل پر سوار دو نقاب پوشوں نے ان کا راستہ روکا اور پورے اطمینان سے بھرے بازار میں تھانے سے چند قدم کے فاصلے پر ان کے دماغ میں باری باری گولیاں اتاریں اس کے بعد ایک ایک گولی ان کے دل پر داغی اور سیٹیاں بجاتے ہوئے اپنی کسی اگلی منزل کی طرف روانہ ہوگئے ۔ ڈاکٹر آفتاب نقوی اور مقبول کاوش اپنے موجودہ مقام تک کتنی مشکلوں سے پہنچے تھے ظالموں نے کتنی آسانی سے قوم کو ان کے علم و فضل سے محروم کردیا! اور ان کے کنبوں کو بے سہارا کردیا تعمیر کتنی مشکل اور تخریب کس قدر آسان ہوتی ہے ؟

پروفیسر ڈاکٹر آفتاب نقوی صرف علم و فضل ہی کے حوالے سے نمایاں حیثیت کے حامل نہیں تھے بلکہ ایک سیلف میڈ انسان کی حیثیت سے بھی ان کی زندگی دلوں کو حوصلہ دینے والی تھی انہوں نے اپنی عملی زندگی کا آغاز معمولی نوکری سے کیا مگر علم سے محبت ان کو نئی منزلوں کی طرف رواں دواں کرتی چلی گئی اور پھر ایک وقت آیا کہ وہ پروفیسر بنے ڈاکٹر بنے اور ایک محقق اور نقاد کے طور پر سامنے آئے مجھے ڈاکٹر صاحب کی جو بات سب سے زیادہ پسند تھی کہ علمی تبحر کے باوجود ان کی شخصیت میں وہ یبوست موجود نہیں تھی بعض اہل علم کا خاصہ سمجھی جاتی ہے ان کے چہرے پر ہر

وقت مسکراہٹ کھیلتی تھی بے تکلف دوستوں کی محفل میں جملے کستے اور ہنستے تھے طبیعت میں استقامت بہت تھی جس کام کا بیڑا اٹھاتے اسے پایۂ تکمیل تک پہنچا کر ہی دم لیتے میں نے ایک دن انہیں فون کیا اور کہا کہ میں معاصر کا ایک ضخیم نمبر کشمیر کے غازیوں اور شہیدوں کے نام وقف کرنا چاہتا ہوں مگر یہ کام مجھ اکیلے کے بس کا نہیں میں چاہتا ہوں کہ اس نمبر کے لئے آپ شریک مدیر کے طور پر میرے ساتھ آئیں۔ میرا خیال تھا کہ وہ شاید اپنی مصروفیات اور گوناگوں علمی کاموں کا عذر پیش کریں گے مگر انہوں نے یہ سب کچھ بتلائے بغیر میرے ساتھ بھرپور تعاون کا وعدہ کیا اور اپنی شہادت سے چند روز قبل مجھے فون کر کے بتایا کہ انہوں نے کشمیر کے حوالے سے کام کا آغاز کردیا ہے چنانچہ اب کوئی میٹنگ ہونی چاہئے۔ تاکہ ہم کوئی ٹھوس لائحہ عمل مرتب کر سکیں۔

ان کے ساتھ میری میٹنگ چند روز قبل ہوئی جب وہ سفید کفن اوڑھے لیٹے تھے چہرے پر اطمینان اور سکون کی وہی کیفیت تھی جو ان کی زندگی میں نظر آتی تھی مسافر سفر پر روانہ ہورہا ہو اور زاد سفر ساتھ ہو تو وہ اسی طرح مطمئن ہوتا ہے قاتل اپنے انجام کو پہنچتے ہیں اور مقتول اپنی منزل تک رسائی حاصل کرتے ہیں وہ جو بے گناہ قتل ہوتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ اپنے جوار رحمت میں جگہ دیتا ہے اور وہ جو قاتل ہوتے ہیں انہیں زمینوں اور آسمانوں میں کہیں بھی پناہ نہیں ملتی۔

جب میں نے ڈاکٹر آفتاب نقوی اور مقبول کاوش کے قتل کی خبر سنی تو مجھے اچانک پہلی بار احساس ہوا کہ قتل کو گناہ کبیرہ میں کیوں شامل کیا گیا ہے؟ شاید اس لئے کہ مقتول وہ نہیں ہوتا جسے قتل کیا گیا ہوتا ہے بلکہ مقتول تو ورثا اور لواحقین ہوتے ہیں ڈاکٹر آفتاب نقوی کے چھ بچے ہیں۔ مقبول کاوش بھی اسی طرح عیال دار ہونگے اب ان کنبوں کا کفیل کوئی نہیں رہا۔ ریاست کا کام اپنے شہریوں کے جان و مال اور عزت و حرمت کی حفاظت کرنا ہے۔ اگر وہ اپنے کسی شہری کے ضمن میں اپنا یہ فرض ادا نہیں کرپاتی تو اس کاکم سے کم فرض یہ ہے کہ وہ اس کے کنبے کو مالی پریشانیوں سے نجات دلائے تاکہ لواحقین خود کو زندہ درگور نہ سمجھیں۔ پنجاب کے وزیر اعلیٰ سردار عارف نکئی سے گزارش ہے کہ وہ اس ضمن میں اپنا فرض ادا کریں مقتولین تو اس ملک کے شہری ہی نہیں عالم فاضل شہری تھے اور یوں سردار صاحب کی ذمہ داری میں دوگنا تگنا اضافہ ہوجاتا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ قاتلوں کی فوری گرفتاری اور ورثاء کو معقول معاوضہ دینے کے ضمن میں وہ اپنی ذمہ داریاں کتنی جلدی ادا کرتے ہیں؟

ناصر عزیز اور الطاف بیگ کو صدمہ

کنزالایمان سوسائٹی لاہور چھاؤنی کے ناظم نشرو اشاعت اور مجلس عاملہ کے رکن مرزا الطاف حسین بیگ کے ماموں پچھلے دنوں انتقال کر گئے

کنزالایمان سوسائٹی کا ایک تعزیتی اجلاس سوسائٹی کے بانی و صدر محمد نعیم طاہر رضوی کی زیر صدارت منعقد ہوا جسمیں مرحوم کے لئے فاتحہ خوانی کی گئی اور پسماندگان سے اظہار افسوس کیا گیا۔

یہ خونِ خاک نشیناں تھا رزقِ خاک ہوا

امجد اسلام امجد

علی سردار جعفری کی غزل کا ایک مصرعہ ہے۔

راستے بند تھے سب کوچہ قاتل کے سوا

ترقی پسند تحریک کے عروج کے دنوں میں کوچہ قاتل کی ترکیب اگرچہ سکہ رائج الوقت تھی لیکن آج یہ استعارہ ایک حقیقت بن چکا ہے کہ اب زندگی اور موت دونوں ہی یکساں طور پر ارزاں ہیں۔ انسانی خون اتنا بے مایہ ہو چکا ہے کہ لوگ لاشوں کی صرف گنتی کرتے ہیں۔ مرنے والوں کے نام پتے اور قاتلوں کی شناخت سے کسی کو دلچسپی نہیں رہی سو ایسے میں اگر ڈاکٹر آفتاب نقوی اور مقبول کاوش نامی دو عدد دنیا کی شب و روز بڑھتی ہوئی آبادی میں سے کم ہو گئے تو اس سے کسی کو کیا فرق پڑتا ہے۔ ہمارے حکمرانوں کے نزدیک تعلیم اور علم دونوں کی اوقات ایک ٹشو پیپر سے زیادہ نہیں ہے اگر کسی کو اس بات سے اختلاف ہے تو وہ پچھلے ایک ماہ کے اخبارات اٹھا کر دیکھ لے کتنے مضامین کالم بیانات اور خبریں اس واقعے کے بارے میں چھپی ہیں کیا کسی نے انہیں از خود اعتنا جانا! گزشتہ دو ہفتوں سے پنجاب کے مختلف تعلیمی اداروں میں روزانہ اساتذہ ساڑھے دس بجے کے بعد کلاسوں کا علامتی بائیکاٹ کرتے ہیں کیا کسی نے ان کی بات سننے کی زحمت گوارا کی !!!

ڈاکٹر آفتاب نقوی کو ہم گزشتہ تقریباً بیس برس سے جانتے تھے لیکن ان کی شخصیت کا جو رخ گزشتہ چند برسوں میں سامنے آیا وہ بے حد وقیع قابل قدر اور غیر معمولی تھا اور وہ ان کے کالج کے رسالے "اوج" کا نعت نمبر تھا جس کی ترتیب و تدوین میں ڈاکٹر آفتاب نقوی مرحوم نے تن من دھن کی بازی لگا دی اور ایک ایسی غیر معمولی ادبی دستاویز تیار کی جو اس موضوع پر ایک مستقل علمی اور تحقیقی حوالے کا کام بن گئی ہے۔

چند ماہ پیشتر ہمیں اس رسالے کی افتتاحی تقریب میں شمولیت کا موقع ملا ایک چھوٹے سے نیم مضافاتی کالج کے محدود وسائل کے پیش نظر اتنا ضخیم رسالہ نکال لینا اپنی جگہ پر ایک ایسا کارنامہ ہے جو غیر معمولی ہی نہیں ناقابل یقین بھی ہے لیکن جب آپ اس کے مندرجات پر نظر ڈالتے ہیں تو ناطقہ سچ مچ سر بگریباں اور انگشت بدنداں رہ جاتا ہے کہ اس طرح کا کام تو ہمارے یہاں کے بڑے بڑے مستند علمی اور اشاعتی ادارے بھی نہیں کر پاتے۔

نچلے اور متوسط طبقے کے ذہین محنتی اور سیلف میڈ لوگوں کے ساتھ ایک عجیب و غریب المیہ یہ ہے کہ انہیں وہ تمام چیزیں جن کے لئے وہ محنت اور کوشش کرتے ہیں مل تو ضرور جاتی ہے مگر ہمیشہ وقت گزارنے کے بعد ملتی ہیں یعنی جب دانت ہوتے ہیں تو چنے نہیں ہوتے اور جب چنے ملتے ہیں تو دانت داغ مفارقت دے چکے ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر آفتاب نقوی کی داستان حیات بھی اسی تسلسل کی ایک کڑی تھی غربت کی گرد سے اٹھا ہوا بچپن کھلونوں کی جگہ نت نئے مسئلے لڑکپن میں سر پر پڑنے والی ذمہ داریوں کا ایسا بوجھ کہ جسے اچھے بھلے جہاندیدہ اور تجربہ کار لوگ بھی اٹھائیں تو ان کے گھٹنے مڑ مڑ جائیں نامکمل تعلیم معمولی کلرکی سات آٹھ چھوٹے بہن بھائیوں کی تعلیم روٹی کپڑا اور مکان اور ان سب پر مستزاد ایک ایسا معاشرہ جہاں غریب کے لئے قدم قدم پر ذلت راستہ روکے کھڑی ہو۔

ڈاکٹر آفتاب نقوی نے اپنے کمزور کاندھوں پر یہ سارے بوجھ لادے ملازمت کے دوران اعلیٰ تعلیم حاصل کی ایم اے کئے ڈاکٹریٹ کی پروفیسر ہوئے اور اس دوران میں ان تمام خاندانی ذمہ داریوں کو پورا کیا جو تقدیر نے ان کے نام لکھ دی تھیں۔ اب کہیں جا کر وہ وقت آیا تھا جب وہ اپنے لئے جینے کے قابل ہو رہے تھے کہ نامعلوم قاتلوں کی گولیوں نے چشم زدن میں سارا قصہ ہی ختم کر دیا۔

شاہدرہ تھانے سے چند فٹ کے فاصلے پر ان کے گھر کے صحن میں جس کے بیشتر حصے میں انہوں نے ایک پرائیوٹ سکول قائم کر رکھا تھا) کہ آفتاب نقوی کی زندگی اس قدر مصروف اور پر مشقت تھی

کہ انہیں کسی کو دشمن بنانے کی فرصت ہی نہیں ملی لے دے کر ان کے اس سکول کے ایک نوجوان ٹیچر کی طرف دھیان جاتا ہے جو اگرچہ افتاب نقوی کا سابق شاگرد بھی تھا لیکن اچھی صحبت نہ رکھنے کے باعث اکثر ایسی حرکات کا مرتکب ہوتا تھا جس سے ادارے کی نیک نامی پر حرف آسکتا تھا چنانچہ چند ماہ پیشتر اسے نوکری سے جواب دے دیا گیا تھا جس پر اپنی ناراضگی کا اظہار وہ مختلف حوالوں سے کرتا رہتا تھا۔ ایف آئی ار میں اس کا نام نہ دینے کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ قاتل پہچانے نہیں جاسکے تھے لیکن دوسری اور اصل وجہ بے حد تکلیف دہ اور خوفناک تھی یعنی کسی کو ملزم نامزد کرنے کا مطلب دشمن داری کا آغاز کرنا تھا جس کا یہ غریب اور اپنے پاوں پر کھڑے ہونے کی کوشش میں مصروف گھرانہ کسی طور پر متحمل نہیں ہوسکتا۔

عزیزی عمران نقوی کی اس بات نے ہمیں بے حد آزردہ کیا کہ وہ سب لوگ دل سے دعا مانگ رہے ہیں کہ قاتل کوئی دہشت گرد ٹائپ لوگ ہی ہوں تاکہ آفتاب نقوی کا بہیمانہ قتل ایک مستقل جھگڑے کا پیش خیمہ نہ بن جائے کیونکہ وہ شریف لوگ نہ تو خود بدمعاشوں کا مقابلہ کرنے کی پوزیشن میں ہیں اور نہ ہی پولیس انہیں کسی قسم کا تحفظ فراہم کرنے کا ذمہ لے سکتی ہے۔

تعلیمی ادارے مختلف سیاسی تنظیموں کے حوالے سے غنڈہ گردی اور بد معاشی کے اڈے بنتے جارہے ہیں ہر حکومتی پارٹی اپنے اقتدار کو قائم رکھنے کے لئے تعلیمی اداروں میں بھی اپنی موجودگی کا احساس دلانا چاہتی ہے جبکہ اپوزیشن اسمبلیوں میں اپنی کمزور پوزیشن کو تعلیمی اداروں پر کنٹرول کے ذریعے مضبوط بنانے کی ہر ممکن کوشش کرتی ہے ہر دو رویئے آگے چل کر طلبہ کے لئے تباہ کن ثابت ہوتے ہیں کیونکہ اس غلاظت کا حصہ بننے کے بعد یا تو وہ احتجاج کا راستہ اختیار کرتے ہیں جس سے تعلیمی ڈھانچہ تباہ ہوتا ہے یا پھر وہ بھی اسی حمام میں ننگے ہو کر نہانے لگ جاتے ہیں سیاسی جماعتیں ایسے نوجوانوں کی پشت پناہی کرتی ہیں اور وہ ان جنوں کو بوتل سے نکال کر اپنے بازوئے شمشیر زن بنالیتی ہیں لیکن جلد ہی یہ بازو ایسی چومکھی تلوار گھمانے لگتے ہیں جس کے وار سے غیروں کے ساتھ ساتھ یہ خود اور ان کے سپانسرز بھی محفوظ نہیں رہتے ڈاکٹر آفتاب نقوی اور مقبول کاوش کا قتل بظاہر اس صورتحال سے باہر معلوم ہوتا ہے لیکن ہماری پولیس اور انتظامیہ کے نزدیک دو استادوں کا قتل شائد کوئی بہت ہی معمولی بات ہے کیونکہ تقریبا ایک ماہ گزر جانے کے باوجود پولیس کی تفتیش وہیں کی وہیں ہے جہاں وقوعے کے دن تھی۔

ایک ماہر تعلیم عاشق رسول (ﷺ) اور سیلف میڈ انسان ہونے کے حوالے سے افتاب نقوی اس بد قسمت قوم کا ایک قیمتی سرمایا تھا لیکن چونکہ اس طرح کے سرمائے کو ڈالرز میں تبدیل کر کے بیرون ملک بھجوانے کا طریق کار ابھی وضع نہیں ہوا اس لئے یہ خون خاک نشینیاں بھی اسی طرح رزق خاک ہوگیا جس طرح ان کی تاریخ کے صفحات پر اس سے پہلے لاکھوں افتادگان خاک وقت کی دیمک کا رزق بن چکے ہیں۔

ایک اطلاع کے مطابق وقوع کے مقام سے چند گز کے فاصلے پر پولیس کی ایک موبائل وین موجود تھی جو اگر ذرا سی کوشش کرتی تو ان موٹر سائیکل سوار قاتلوں کو پکڑ سکتی تھی مگر انہوں نے اپنی یہ مجبوری ظاہر کی کہ ملک مشتاق اعوان یہاں سے گزرنے والے ہیں اور وہ ان کی پروٹوکول ڈیوٹی پر مامور ہونے کی وجہ سے یہ جگہ نہیں چھوڑ سکتے کہ قاتل تو پھر بھی پکڑے جاسکتے ہیں لیکن اگر وزیر صاحب ناراض ہوگئے تو وہ سب کے سب لائن حاضر ہو جائیں گے اور عین ممکن ہے کہ ان کی پیٹیاں بھی اتر جائیں ہمیں ذاتی طور پر پورا یقین ہے کہ ملک مشتاق اعوان کو اس سارے معاملے کی خبر بالکل نہیں ہوگی اور اگر انہیں اس واقع کا علم ہوتا تو وہ یقینا اپنے پروٹوکول کی ادائیگی پر ان قاتلوں کے تعاقب کو ترجیح دیتے کہ ان کی پارٹی اور وہ خود بھی غریب عوام کے حمایتی ہونے کے نہ صرف دعویدار ہیں بلکہ اس بنیاد پر حکومت کا لطف اٹھا رہے ہیں۔

ہماری ذاتی درخواست پر برادرم طارق کھوسہ اے آئی جی پولیس نے متعلقہ پولیس افسران کو اس کیس کی فوری اور منصفانہ تفتیش کے احکامات جاری کئے تھے لیکن اس کا کوئی مثبت نتیجہ تاحال سامنے نہیں آیا اور نہ ہی پنجاب حکومت یا اس کے محکمہ تعلیم کی طرف سے مرحومین کے پسماندگان کے لئے کسی قسم کی مالی امداد کا اعلان ہوا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ ہمارے معاشرتی نظام میں متوسط طبقے کے کسی خاندان کے سربراہ کی اچانک موت اس کے

باقی صفحہ ۲۵ کالم ۲

آہ! پروفیسر ڈاکٹر سیّد آفتاب احمد نقوی

سید صابر حسین شاہ

ان کی ذریت کا ہر ذرہ نہ کیوں ہو آفتاب
سرزمین حسن سے نکلی ہے یہ کان جمال

افسوس طویل عرصہ گزرنے کے باوجود پاکستان امن کا گہوارہ نہ بن سکا نظام مصطفےٰ کا نفاذ نہ ہوسکا بلکہ بے چینی ----- اور پریشانی اس کا مقدر بن چکی ہے۔ شرپسند عناصر اس خطہ پاک کو بدامنی کا گہوارہ بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ دہشت گردوں نے روشنی کے میناروں کو گرانا شروع کردیا ہے۔ معاشرے سے صالح قیادت کا صفایا ہورہا ہے ایک منظم سازش کے تحت علمی وادبی شخصیات کو شہید کیا جارہا ہے میاں عبدالرشید (کالم نگار نوائے وقت نور بصیرت) مولانا محمد اکرم رضوی (ممتاز عالم دین) اور دیگر اہم شخصیات کو شہید کیا جاچکا ہے۔ معاشرے کو علم و ادب سے محروم کرنے کی یہ گھناؤنی سازش ہے۔

یہ خبر بھی علمی و ادبی حلقوں میں ایسے سنائی دی جیسے آسمان سے برق گر پڑی کہ گذشتہ دنوں شاہدرہ موڑ (لاہور) کے قریب دہشت گردوں نے پروفیسر آفتاب احمد نقوی اور ان کے دوست پروفیسر مقبول احمد کاوش کو شہید کردیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آہ! آفتاب علم و ادب غروب ہوگیا، گلستان نعت کا مہکتا ہوا پھول مرجھا گیا پروفیسر آفتاب احمد نقوی کو کبھی بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا زندہ جاوید کارناموں کے باعث انہیں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

ان کی یادیں ہمارے دلوں میں نقش ہو کر رہ گئیں

خود ہوگیا غروب مگر دشت تیرہ میں
پھرتا ہے اس کی روشنیوں کا غبار سا

آفتاب آمد دلیل آفتاب! رئیس التحریر والتحقیق، آفتاب علم و ادب حضرت پروفیسر ڈاکٹر سید آفتاب احمد نقوی سانگلہ ہل کے قریب موضع مہمد والی چک نمبر ۱۱۱ ضلع شیخوپورہ میں حضرت مولانا علامہ سید یعقوب احمد نقوی کے گھر ۹ ستمبر ۱۹۵۱ء کو پیدا ہوئے۔ گھریلو ماحول عشق رسالتماب ﷺ میں رچا بسا ہوا تھا مبدا فیاض نے عشق رسول ﷺ کی لازوال دولت آپ کو ورثہ میں ہی عطا فرمادی گویا آپ نسباً آل رسول ﷺ فکراً غلام رسول ﷺ اور عملاً مداح رسول ﷺ ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر سید آفتاب احمد نقوی نے ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی سانگلہ ہل کالج سے ایف اے کیا اردو اور پنجابی میں ایم اے کے ساتھ ساتھ ایل ایل بی کی ڈگری بھی پنجاب یونیورسٹی سے حاصل کی۔

ڈاکٹر صاحب زمانہ طالب علمی میں ہی علم و ادب سے خاص شغف رکھنے لگے جب انٹرمیڈیٹ کے طالب علم تھے تو پہلے سال اسلامیہ کالج سانگلہ ہل کے کالج میگزین کے نائب مدیر اور دوسرے سال مدیر رہے۔ جب آپ ایف اے کے طالب علم تھے تو آپ کا پہلا مضمون اسلام اور علم سانگلہ ہل کالج کے میگزین لب جو کے اولین شمارہ جولائی ۱۹۶۹ء میں چھپا پھر قومی اخبارات میں بھی آپ کے مضامین شائع ہونے لگے اس طرح مضمون نگاری کی رفتار تیز ہوتی گئی، آپ کی ہر تحریر میں عشق رسول ﷺ کے عناصر موجود ہیں آپ علمی و ادبی کاموں میں سرگرمی سے حصہ لیتے رہے بلکہ ہمیشہ اپنے آپ کو علمی و ادبی کاموں میں ہی مصروف رکھنے کی کوشش کی۔

عمدۃ المحققین علامہ محمد حسین آسی لکھتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب ابھی ڈاکٹر نہیں ہوئے تھے مگر مصروفیات کا یہ عالم تھا کہ بارہا راتوں کو بھی سونا نصیب نہیں ہوتا تھا کہیں مذاکرے میں مقالہ پڑھ رہے ہیں تو کہیں مشاعرے میں داد سخن دے رہے ہیں کہیں ادبی مجلس کی رونق بنے ہوئے ہیں تو کہیں محفل میلاد میں نعت سنا رہے ہیں پروفیسر سید آفتاب احمد نقوی مختلف کالجوں میں تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے اساتذہ کے حقوق کے لئے ایک عرصہ تک جدو جہد کی جسے تاریخ کبھی فراموش نہیں کرسکے گی آپ جس کالج میں بھی رہے وہاں آپ نے انمٹ نقوش چھوڑے جنہیں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا گورنمنٹ جناح کالج اسلامیہ کالج سیالکوٹ کے میگزین کا ہجری نمبر اور گورنمنٹ کالج وزیر آباد کے میگزین کا

ظفر علی نمبر آپ ہی کی کاوش کا ثمرہ شیریں ہیں اس کے بعد گورنمنٹ کالج شاہدرہ لاہور آ گئے یہاں آکر آپ آفتاب نعت بن کر چمکے یہاں آپ نے نہایت ہی جامع انداز میں ایک مقالہ پنجابی نعت تحقیقی تے تنقیدی جائزہ لکھ کر پنجاب یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی اس طرح آپ دنیا کے وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے پنجابی نعت میں پی ایچ ڈی کرنے کی سعادت حاصل کی۔ بہ تحدیث نعمت کے طور پر ڈاکٹر صاحب خود لکھتے ہیں۔

"پنجابی نعت دع حوالے نال ڈاکٹریٹ دا مقالہ لکھن دا اعزاز رب تعالی ایس ناچیز بندے (آفتاب احمد نقوی) لئی رکھیا ہویا سی۔ ایہہ کم وڈے سائز دے ست سو صفحیاں توں ودھ تھ پھیلیا ہویا اے' ایس مقالے اندر ٹکڑیاں دے حساب نال پنجابی نعت گو شاعراں دے فکر تے فن بارے تفصیل نال جھات پائی گئی اے' مقالہ چھپ کے بدوں سامنے آوے گا تے اوہدوں ایہدی حیثیت دا نقاد تے محقق فیصلہ کرسکن گے۔

ڈاکٹریٹ کا یہ مقالہ فہرست کتابیات کے علاوہ نو ابواب پر مشتمل ہے پہلے باب میں عربی 'فارسی' اردو اور پنجابی زبانوں میں نعت کے لغوی معانی اور مفہوم پر بات کی گئی ہے۔

دوسرے باب میں نعت کے محرک جذبوں پر قلم اٹھایا ہے نیز نعت کی مقبولیت کے اسباب کا جائزہ لیا ہے تیسرے باب میں نعت کے ماخذات سے بحث کی ہے۔ عربی۔ فارسی اور اردو نعت کا تاریخی حوالے سے جائزہ لیا ہے۔

چوتھے باب میں اصناف سے بحث کی ہے لوک ادب میں جن جن اصناف میں نعت کہی گئی ہے ان کے بارے میں بھی بات کی گئی ہے۔

پانچویں باب میں پنجابی نعت کے ابتدائی نقوش اجاگر کیے ہیں اس دور کے شعرا کے نعتیہ کلام کو زیر بحث لاتے ہیں۔

چھٹے باب میں نعت کے فروغ کے اس اہم ترین دور کا جائزہ لیا ہے جو تقریباً ڈیڑھ سو سال پر پھیلا ہوا ہے۔

ساتویں باب میں انگریزی دور حکومت میں نعت گوئی کا جائزہ لیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ دور نعت گوئی کا بھرپور دور ہے۔

آٹھویں باب میں قیام پاکستان کے بعد لکھی جانے والی نعت سے بحث کی ہے اس میں ان تمام شعرا کا ذکر ہے جن کا کلام منظر عام پر آچکا ہے۔

نویں اور آخری باب میں نعت گوئی میں داخل ہونے والے تمام نئے رجحانات کا جائزہ لیا ہے سبحان اللہ! ڈاکٹریٹ کے لئے بھی نعت مصطفے ﷺ کا انتخاب یہاں ہی سے ان کے اوج مقدر کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے یہ گراں قدر مقالہ لکھ کر پروفیسر موصوف نے پنجابی زبان میں نعت کے سرمائے کو نقد و نظر کی کسوٹی پر پرکھا ہے خدا کرے یہ مقالہ جلد زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آئے تاکہ دنیائے نعت اس سے استفادہ حاصل کر سکے۔

۹۱-۱۹۹۰ء میں آپ نے گورنمنٹ کالج شاہدرہ لاہور کے میگزین اوج کا قرار داد پاکستان گولڈن جوبلی نمبر مرتب کر کے کالج میگزینوں کی تاریخ میں اپنا منفرد مقام بنایا یہ نمبر ۶۳۲ صفحات اور بڑے سائز پر مشتمل ہے۔ تاریخ پاکستان کے طلباء کے لیے یہ نمبر مشعل راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ بے شک یہ عظیم الشان نمبر تحریک پاکستان کے موضوع پر سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے علمی و ادبی حلقوں میں اس فقید المثال نمبر کی بہت پذیرائی ہوئی مختلف انجمنوں اداروں اور افراد نے ڈاکٹر صاحب کے اس کارنامہ پر آپ کو شیلڈ تمغے اور میڈل دیئے۔

یوں تو میرے ممدوح نے ہر موضوع پر لکھا اور خوب ہی لکھا ہے لیکن نعت مصطفیٰ ﷺ آپ کا پسندیدہ موضوع ہے نعت کو وظیفہ حیات بنایا ' اسی پر ناز فرمایا ایک جگہ کیا ہی خوب فرمایا۔

"نعت لکھنا ' نعت بارے لکھنا تے نعت بارے چھاپنا ایہہ سب خدا تعالی دی توفیق توں بغیر ممکن ای نئیں رب دی ذات جس توں چاہندی اے اوس نوں ورفعنالک ذکرک اندر مصروف کرلیندی اے۔

عاشق نعت جناب پروفیسر سید آفتاب احمد نقوی کے دوست پروفیسر محمد یونس حسرت لکھتے ہیں " جب سے انہوں (افتاب احمد نقوی) نے یا ان کے قلم نے لکھنا سیکھا ہے تب سے وہ اسی ایک نام کا طواف کررہے ہیں جو خالق کائنات اور مالک کائنات ہے اور اسی حوالے سے ان کے قلم سے نکلے ہوئے بیشتر مضامین اس دین حقہ سے تلازم رکھتے ہیں

پروفیسر محمد یونس حسرت ہی ایک دوسری جگہ رقم طراز ہیں۔

جناب سید آفتاب احمد نقوی اور بہت سی اوصاف کے مالک ہیں اور یہ اوصاف نہ صرف ان کی جدو جہد زیست سے عیاں ہیں بلکہ ان کی تحریروں کے آئینے میں صاف جھلکتے نظر آتے ہیں جناب سید آفتاب احمد نقوی ایک کثیر المطالعہ اور وسیع الاشغال شخص ہیں ' نعت رسول مقبول ﷺ ان کا میدان تحقیق ہے ' ان کی تنقید اپنے اندر توازن واعتدال رکھتی ہے ان کے تبصرے بے لاگ تبصرہ نگاری کا حق ادا کرتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان کا قلم ایک مومن کا قلم ہے اور یہ ایک ایسی سعادت ہے جو کسی بھی صاحب قلم کے لئے سرمایہ صد افتخار ہو سکتی ہے

۹۳-۱۹۹۲ء میں پروفیسر ڈاکٹر سید آفتاب احمد نقوی صاحب نے گورنمنٹ کالج شاہدرہ لاہور کے مجلہ اوج کا عظیم الشان نعت نمبر منصہ شہود پر لاکر دنیائے نعت کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ نعت کے موضوع پر چودہ صدیوں پر پھیلے ہوئے مواد کو آپ نے چودہ سو صفحات میں سمیٹ کر گویا کوزے میں دریا نہیں بلکہ سمندر بند کردیا

یہ عظیم نعت نمبر تو حضوری ثابت ہوا اس کے چھپتے ہی پروفیسر آفتاب احمد نقوی صاحب کو دربار نبی ﷺ سے بلاوا آگیا آپ بیت اللہ شریف اور روضہ رسول ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

یقیناً پروفیسر صاحب کی یہ کاوش نجات اخروی کا باعث بنے گی۔ انشاء اللہ العزیز اس عظیم الشان نمبر کے بارے میں عمدۃالمحقیقین علامہ محمد حسین آسی فرماتے ہیں۔

نعت کے حوالے سے بلا شبہ کالج تو کالج اس سے باہر کی مذہبی و ادبی دنیا میں دور حاضر کا یہ بے مثال علمی کارنامہ ہے اور سچی بات یہ ہے کہ نعت کے ساتھ اپنے قدیم و مضبوط تعلق کے باوجود مجھے کھلے دل سے اعتراف ہے کہ شاہ صاحب کا ترتیب دیا ہوا یہ نمبر میرے وہم و تصور سے بہت بالا تر ہے یعنی اگر میرے پاس وسائل بھی ہوں اور مجھے ان کے استعمال کی کھلی چھٹی بھی ہو میں اس قسم کا نمبر نکالنا تو ایک طرف سوچ بھی نہیں سکتا

راقم کے کرم فرما جناب محمد افضل شاہد نے اوج کے نعت نمبر پر طائرانہ نظر (مشمولہ ماہنامہ القول السدید لاہور جون ۱۹۹۵ میں سیر حاصل تبصرہ فرمایا ہے

عصر حاضر کے معروف نعت گو جناب عبدالقیوم طارق سلطانپوری یوں اظہار مسرت فرماتے ہیں۔

جس نے دیکھا اور پڑھا ہے نعت نمبراوج کا
اس نے اس کے حسن کی دل کھول کر تعریف کی
ملک کے ممتاز مداحان شاہ دین کی
روح پرورنعتیہ شامل ہے اس میں شاعری
نثر میں بھی ہیں مضامین اس کے بے حد دلپذیر
لائق تحسین ہے جن کی طرفگی و عمدگی
مدحت سرکار کاگل دستہ رعناہے یہ
انتہائی کیف آور ہے یہ تذکار النبی
جامعیت معنویت میں ہے آپ اپنی مثال
دل کشا ہے اس کا حسن ظاہری و باطنی

یہ نمبر اوج کی صرف دو جلدوں پر مشتمل ہے حالانکہ پروفیسر صاحب نے اوج کی کئی جلدیں نعت کی نذر کرنا تھیں اوج نعت نمبر کی دوسری جلد کے اداریہ میں اس خواہش کا اظہار یوں فرمایا ہے۔

یہاں بس یہی عرض کر سکتا ہوں کہ ہمیں عطا کرنے والے نے بس اتنی توفیق بخشی تھی جس کے ساتھ حاضر ہوں ' ممکن ہے ' کرم فرمائی ہو اور نعت نمبر کی تیسری جلد اور پھر اس کے بعد کئی کئی

جلدیں شائع کرنے کا مجھے اور میرے ادارے کو موقع ملے۔ زندگی اور حالات نے وفا کی تو الحمد للہ پہلے بھی عمر عزیز کا ایک بڑا حصہ نعت کے سائے میں ہی بسر ہوا ہے ۱۹۹۲ء اور ۱۹۹۳ء بھی اسی بابرکت ذکر میں بسر ہونے کو ہے اس طرح آپ بھی دعا فرمائیں کہ اللہ رب العزت اپنے محبوب پاک ﷺ کے صدقے میں خدمت نعت کے اس بابرکت سفر کو جاری و ساری رکھے (ملخصا)

راقم کے نام پر ایک خط مرقومہ نے ۱۱ جنوری ۱۹۹۱ء میں بھی لکھتے ہیں کہ

آپ کا مضمون پرچہ شائع ہونے کے بعد موصول ہوا تھا اس لئے شامل اشاعت نہیں ہوسکا آئندہ اگر کوئی صورت بنی تو ضرور شامل اشاعت ہوگا بہتر ہے کہ اگر آپ ضلع اٹک کے نعت گو شعرا پر بھی ایک آدھ مضمون لکھ لیں۔

پروفیسر صاحب کی ایما پر راقم نے مقالہ ضلع اٹک کے نعت گو شعراء مکمل کر لیا ہے اب یہ مقالہ عاشق نعت جناب راجا رشید محمود صاحب (ایڈیٹر ماہنامہ نعت لاہور) شائع کر رہے ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر سید آفتاب احمد نقوی نے نہ صرف نعت کے موضوع پر پی ایچ ڈی کی اوج نعت نمبر نکالا بلکہ آپ خود بھی نعت پڑھتے اور نعت کہتے ہیں نعت لکھتے ہیں تو عشق رسول اللہ ﷺ میں ڈوب کر لکھتے ہیں آپ کا کلام پڑھنے والا بھی عشق رسول ﷺ کی چاشنی سے محروم نہیں رہتا۔ آپ نے اردو اور پنجابی دونوں زبانوں میں نعت شریف کہنے کا شرف حاصل کیا ہے ایک اردو نعت شریف کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

جس کا قصیدہ خالق عرش بریں کہے
ایسا حسین حسن بھی جس کو حسیں کہے
ہے ماورائے عقل و خرد ان کا مرتبہ
ذات ان کی بے مثال ہے روح الامیں کہے
قرآن کے حرف حرف میں ان ہی کی نعت ہے
یزداں اسے کلام میں مہر مبیں کہے
پڑھتے ہیں آسماں پہ فرشتے بھی جب درود
اس پر سلام کیسے نہ پھر یہ زمیں کہے
فرماں حق کا ہے تجھے سجدہ روا نہیں
ہر چند بار بار خمیدہ جبیں کہے
نقوی کو ایسا شیوہ گفتار ہو عطا
جس وقت بھی وہ نعت کے دل نشیں کہے

ایک دوسری نعت شریف کے چند اشعار بھی ملاحظہ فرمائیں۔

تو اوج رسالت ہے، شہ خیرانام ہے
تو وہ ہے کہ زیبا جسے ہر جاہ و حشم ہے
خالق نے بنایا تجھے ہر چیز کا مولا
کونین کی ہر شے تری ممنون کرم ہے
ادراک میں کس طرح سمائے تری عظمت
ہر رفعت افلاک ترا نقش قدم ہے
گونجے ہے زمانے میں تیرا اسم گرامی
قائم ہے تو اس نام سے کچھ اپنا بھرم ہے
آنے سے ترے دور ہوئے ظلم کے سائے
تو عدل کا انصاف کا لہراتا علم ہے
خالق نے سکھایا مجھے مدحت کا سلیقہ
محبوب دوعالم کی عطا میرا قلم ہے

زندہ ہے جو اس عہد پر آشوب میں نقوی
یہ تیری دعا تیری نظر تیرا کرم ہے

نعت گوئی کے ساتھ ساتھ مبدا فیاض نے پروفیسر ڈاکٹر سید آفتاب احمد نقوی کو تاریخ گوئی کا فن بھی عطا فرمادیا تھا عمدہ المحققین علامہ پروفیسر محمد حسین آسی صاحب کی تصنیف "انوارالاثانی" پر آپ نے زور دار قطعہ تاریخ اشاعت لکھا ہے جو قابل دید ہے قطعہ کے آخری چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

حسب الارشاد ان کے آسی نے
لکھی ہے یہ کتاب نورانی
اس کے ہر نقطے نقطے میں نکتہ
اس کا ہے لفظ لفظ عرفانی
اس کے بخت رسا کے کیا کہنے
جس کو ہے مدح پیر ارزانی
میں تھا تاریخ کے تجسس میں
خیر سے مل گئی باسانی
ذکر ہے اہل دل ہے نقوی خیر
ہر ذکر لاثانی خیرلاثانی

کنزالایمان سوسائٹی لاہور چھاونی کے زیر اہتمام ۱۰ جولائی ۱۹۹۵ء کو الحمرا ہال میں منعقدہ امام احمد رضا کانفرنس کے موقع پر پروفیسر ڈاکٹر سید آفتاب احمد نقوی نے امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور معاشیات کے موضوع پر ذیشان خطاب فرمایا اس خطاب کے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے ان پر بحیثیت نعت نگار بحیثیت فقیہ، بحیثیت مفکر، بحیثیت سیاستدان، بحیثیت مصلح، بحیثیت ادیب، شاعر اور تاریخ نگار بحث کی جاسکتی ہے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ ہماری ملی کے ان چند علما میں سے ہیں جن کو معاشیات پر عبور حاصل تھا، معاشیات کا وہ نقطہ نگاہ جو نظریہ آمدنی کی کتاب کی اشاعت کے بعد دنیا کے سامنے آتا ہے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ کی دور رس نگاہ نے بہت پہلے معلوم کر لیا تھا۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ کے ہر فرمان سے مسلمان قوم کی فلاح کا پہلو نمایاں ہے قوم کو اپنے پاوں پر کھڑا کرنے کے لئے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ نے بھرپور رہنمائی فرمائی۔

بلا شبہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ نے ہر فیلڈ میں برصغیر کے مسلمانوں کی راہنمائی کا حق ادا کیا پروفیسر صاحب قلم کے بادشاہ ثابت ہوئے ہیں۔ آپ کے دلکش اور بہار آفریں قلم سے ایک سو سے زائد علمی تحقیقی مقالات و مضامین لکھے جاچکے ہیں یہاں ان تمام کی فہرست احاطہ تحریر میں نہیں لائی جاسکتی البتہ چند اہم مقالات و مضامین کے نام یہ ہیں۔

۱ پنجابی نعت تے تنقیدی جائزہ
۲ اولیائے سیالکوٹ
۳ سیالکوٹ اور اشاعت دین۔ قلم و قرطاس کے آئینے میں
۴ اسلام اور علم
۵ فراست عمر فاروق رضی اللہ عنہ
۶ نعت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کی روشنی میں
۷ اقبال اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم
۸ اقبال اور فنون لطیفہ
۹ اقبال کا نظریہ انقلاب
۱۰ اقبال کا نظریہ تعلیم
۱۱ اقبال اور سید سلیمان ندوی
۱۲ مکاتیب اقبال تعارف و تجزیہ
۱۳ اقبال کا نظریہ فن
۱۴ پنجابی نعت میں مدینتہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر
۱۵ پنجابی نعت دے مطالعے
۱۶ اردو میں مطالعات نعت
۱۷ پاکستان میں نعت نمبروں کی روایت
۱۸ تحریک پاکستان گولڈ میڈل کی سنہری روایت
۱۹ تخلیق پاکستان اور ہماری نعتیہ شاعری
۲۰ تحریک پاکستان کاریکارڈ کیپر
۲۱ حکیم مولوی غلام احمد حیاتی تے نعتیہ شاعری
۲۲ مولا بخش دی نعتیہ شاعری
۲۳ بلبل بستان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم
۲۴ عبدالحق صابر دی پنجابی نعت
۲۵ راجا رشید محمود دی نعتیہ شاعری

۲۶ تاج دیاں نعتاں
۲۷ سک متراں دی
۲۸ پنجابی وچ نعتیہ شاعری
۲۹ پنجابی نعت دا نویکلا شاعر
۳۰ حدیث رسول ﷺ وچ نعت دا رنگ
۳۱ تنویر بخاری دے نعتیہ قصیدے
۳۲ عبدالکریم ثمر دی نعت و سیرت
۳۳ ابیات باہو رحمۃ اللہ علیہ میں ذکر مصطفے ﷺ
۳۴ حضور دے حضور
۳۵ پنجابی نعت دیاں صنفاں
۳۶ اعظم چشتی دی نعتیہ شاعری
۳۷ ریاض پیش رسالت مآب ﷺ
۳۸ سوہنا دربار
۳۹ سیرت نگاری (تاریخ و جائزہ)
۴۰ تفسیر و حدیث

اسلامیات (دو حصص)

آج کل گورنمنٹ کالج شاہدرہ میں شعبہ اردو کے صدر کی حیثیت سے تدریسی فرائض سرانجام دے رہے تھے ۲۸ اکتوبر ۱۹۹۵ء کو اپنے دوست پروفیسر مقبول احمد کاوش کے ہمراہ کالج جا رہے تھے کہ شاہدرہ موڑ کے قریب دہشت گردوں نے فائرنگ کر کے دونوں کو شہید کردیا ان للّٰہ وان الیہ راجعون یقیناً پوری دنیائے علم و ادب کے لئے یہ عظیم حادثہ جانکاہ ہے ان کی اچانک رحلت سے علمی و ادبی صفوں میں جو خلا پیدا ہوگیا ہے اس کا پر ہونا محال نظر آتا ہے مرحوم کے پسماندگان کو اللہ عزو جل صبر جمیل عطا فرمائے آمین قارئین سے گذارش ہے کہ وہ افتاب علم وادب پروفیسر ڈاکٹر سید افتاب احمد نقوی کے لئے ایصال ثواب فرمائیں اور انکی بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں

حکومت کو چاہے کہ ان کے بدبخت قاتلوں کو فوری طور پر گرفتار کر کے قرار واقعی سزا دے اور پروفیسر صاحب کے پسماندگان کے لئے فوری مالی امداد کا بندوبست کیا جائے۔ اور ریٹائر منٹ تک

پوری مدت ملازمت کے مالی فوائد کے فراہمی کا بھی فی الفور بندوبست کیا جائے

عصر حاضر کے ممتاز تاریخ گو جناب عبدالقیوم طارق سلطانپوری نے آپ کا قطعہ وفات یوں استخراج فرمایا ہے۔

"نغمہ گر اوج کامل"

اس نے محنت سے کیا آراستہ
مدحت سرکار کا خوش رنگ باغ
صاحب دل صاحب فکر و نظر
آفتاب اوج نعت عالی دماغ
نعت آقا میں رہا محو عمر بھر
تھی یہی مصروفیت اس کا فراغ
بادہ حب شہ کونین سے
تھا لبالب اس کی ہستی کا ایاغ
اس کے فکر و فن کی عظمت کے مقر
علم و عرفان و ادب کے شہ دماغ
اس کی رحلت کی خبر سے غم زدہ
ہوگئے احباب کے قلب و دماغ
دائمی طارق رہیگا سینہ سوز
واصف سرکار کی فرقت کا داغ
جنت الفردوس میں ہوجاگزیں
ہودل اس کا لطف حق سے باغ باغ
اس کا طارق نے کہا سال وصال
"محفل نعت محمد ﷺ کا چراغ"

ماخذ ۱۹۹۵ء

اوج قرار داد پاکستان گولڈن جوبلی نمبر۹۱-۱۹۹۰ء (مجلہ گورنمنٹ شاہدرہ کالج لاہور)

عمران نقوی= فروغ نعت میں لاہور کا کردار مشمولہ اوج نعت نمبر۹۳-۱۹۹۲ (ایضاء)

میاں ظفر مقبول =شیخوپورہ کے نعت گو مشمولہ اوج نعت نمبر ۹۱-۱۹۹۲(ایضاء)

پروفیسر محمد یونس حسرت= پنجابی نعت اور ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی ج۲(ایضاء)

ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی= جتنا دیا سرکار نے مجھے کو (اداریہ) ج ۲ (ایضاء)

ڈاکٹر افتاب احمد نقوی=پنجابی نعت دے مطالعے (اداریہ)ج۲ (ایضاء)

ڈاکٹر افتاب احمد نقوی پنجابی زبان میں نعتیہ شاعری(اداریہ)ج۲(ایضاء)

پروفیسر محمد حسین آسی =انوارلاثانی مطبوعہ فیصل آباد۱۴۰۲ھ

پروفیسر محمد حسین آسی گلہائے عقیدت مشمولہ نعت مصطفے قرآن مجید کی روشنی میں مبطوعہ لاہور

طارق محمود عزیز= امام احمد رضاکانفرنس ۹۵ کی روئیداد مشمولہ ماہنامہ کنزالایمان لاہور نمبر ۹۵

محمد افضل شاہد اوج کے نعت نمبرپر طاہرانہ نظر مشمولہ ماہنامہ القول السدید لاہور جون ۹۵

مکتوب گرامی ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی بنام راقم الحروف محررہ ۱۱ جنوری ۱۹۹۱ء

سید صابر حسین شاہ بخاری ضلع اٹک کے نعت گو شعرا(قلمی)

روزنامہ جنگ راولپنڈی ۲۹ اکتوبر ۱۹۹۵

بقیہ اداریہ

عرض کرچکے ہیں کہ پاکستانی وہابیوں کی تنظیم "لشکر طیبہ" کے نام سے نام نہاد جہاد کے لئے نوجوانوں کو مسلح تربیت دیتی ہے۔ یہ نوجوان کس کے خلاف جہاد کرتے ہیں یہ ایک سوالیہ نشان ہے کشمیر اور افغانستان میں تو اس تنظیم کے ارکان مسلمانوں کو ہی آپس میں لڑا رہے ہیں۔ لیکن لگتا ہے کہ پاکستان میں اب اس تنظیم کی سرگرمیاں واضح ہورہی ہیں اہلسنت کے علماء پر ان حملوں سے اس خیال کو تقویت ملی ہے اور مولانا الیاس قادری پر حالیہ قاتلانہ حملہ اس کی واضح اور بین مثال ہے۔

ادارہ "کنزالایمان" حکومت سے پرزور مطالبہ کرتا ہے اس تنظیم کی سرگرمیوں پر پابندی لگائی جائے ورنہ ملک جو کہ پہلے ہی تباہی کے دہانے کھڑا ہے شدید خانہ جنگی کی لپیٹ میں آسکتا ہے۔

"اوج" نعت نمبر پر ایک نظر

صاحبزادہ
سید خورشید
گیلانی

ذہن بہت قیمت سرمایہ ہے کوئی انسان چاہے تو اسے سنبھال کر رکھے یا لٹا دے، یہ اس کی اپنی مرضی ہے علم بڑی نعمت ہے یہ خزینہ معرفت بھی بن سکتا ہے اور محض الفاظ کا گورکھ دھندا بھی! قلم کی نوک سے پروانہ زندگی بھی دیا جاسکتا ہے اور موت کا فیصلہ بھی لکھا جاسکتا ہے زبان ہذیان بھی بک سکتی ہے اور حقیقت کی ترجمان بھی بن سکتی ہے اسی طرح ذوق پاکیزہ بھی ہوسکتا ہے اور آلودہ بھی!

یہ سارے معاملے اللہ نے بندے پر چھوڑ دیئے ہیں، یہ ذہن ہی تو ہے کہ ایک انسان نے اس سے ایٹم بم جیسی ہلاکت خیز ایجاد کا منصوبہ بنایا اور دوسرے نے زندی بچانے والا انجیکشن تیار کیا، ایک علم آدمی کو غبار فاقہ میں گم کردیتا ہے اور دوسرا علم اسے محمل لیلیٰ تک پہنچادیتا ہے۔

کئی بار قلم نے خنجر بن کر خون بہایا ہے اور اسی قلم نے پھول بھی برسائے ہیں زبان نے طعن بھی توڑے ہیں اور دل بھی جوڑے ہیں رہی بات ذوق کی کبھی یہ حیوانی سطح پر قانع رہا اور کبھی ملکوتی تقدس کا حامل بنا۔

ہمارے ہاں ذہن، علم، زبان، قلم اور ذوق کی کبھی کمی نہیں رہی، نہ اس سے استعمال کا مسئلہ درپیش رہا ہے، وہ ذہن کیا جس کو صرف جھوٹے افسانے سوجھیں، وہ علم کیا جو محض اشتہار بن کر رہ جائے وہ قلم کیا جو ہمیشہ شاہوں کے قصیدے لکھے وہ زبان کیا جو شب و روز میں کئی بار لڑکھڑائے اور وہ ذوق کیا جس پر بد مذاقی کا گمان گزرے اس باب میں بحمد اللہ ہمارے ممدوح جناب ڈاکٹر سید آفتاب احمد نقوی سعادت مند اور خوش نصیب نکلے کہ ان کے ذہن نے "اوج" کے نعت نمبر کا خاکہ تیار کیا ان کے علم نے نعتوں کا ذخیرہ جمع کیا ان کے قلم سے اسے ترتیب دیا ان کی زبان نے معیار قائم کیا اور ان کے ذوق نے حسن انتخاب کا مظاہرہ کیا۔

نعت شاعری کی ایسی صنف ہے جہاں شاعر کو ہر گام پر محتاط اور مودب رہنا پڑتا ہے اور یہی احتیاط اور ادب معیاری شاعری کی جان ہے کوئی کہہ سکتا ہے کہ جناب شاعری تو بے خودی کا نام ہے یہ احتیاط چہ معنی؟ میرا خیال ہے کہ وارفتگی اور آوارگی میں بڑا فرق ہوتا ہے شاعری وارفتگی کا نام ہے آوارگی کا ہرگز نہیں شاعری کے لئے احتیاط اور انتخاب ضروری ہے الفاظ کا انتخاب موضوع کا انتخاب حتی کہ محبوب کا انتخاب اگر یہ سب کچھ نہ ہو تو پھر شاعری کیا ہوئی بازیگری ہوگئی۔

یاروں نے تو آفاق کی کارگہ شیشہ گری کی نازکی پر اپنا قلم توڑ دیا، حالانکہ بارگہ نبوی ﷺ کی پاکیزگی اس مقام کی ہے کہ جہاں بال و پر جبریل علیہ السلام کی معمولی سی سرسراہٹ بھی ناگوار خاطر ہوتی ہے، ہماری ملی تاریخ میں شعرا نے بحمد اللہ باب نعت میں ہر اعتبار سے احتیاط، وقار اور معیار کو ملحوظ رکھا ہے، احتیاط، وقار اور معیار کے اس مجموعے کا نام "اوج، نعت نمبر" ہے جسے ترتیب دینے کی سعادت ہمارے دوست ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی کو حاصل ہوئی ہے۔

بلاشبہ اور بھی نعتوں کے مجموعے اور مجلات کے خصوصی نعت نمبر شائع ہوئے ہیں اور وہ کاوشیں اپنی اپنی جگہ لائق تحسین ہیں، مگر "اوج" کا نعت نمبر محض مجموعہ نہیں بلکہ انتخاب نعت کا حسین مرقع ہے نقوی صاحب کے لئے یہ ممکن بھی تھا اور اسان بھی کہ وہ اپنی ذہنی صلاحیت اور قلمی استطاعت کو عارض خوباں کی رنگینی اور کاکل شب رنگ کی سحرآفرینی کے لئے وقت اور استعمال کرتے مگر انہوں نے اپنا سرمایا محبت اس بارگہ میں لٹایا ہے جہاں اس سرمائے کی صحیح قدرو قیمت کا تعین ہوتا ہے اپنا دامن فکر اس در پر پھیلایا ہے جہاں زمانے بھر کے حاتم جھولی پھیلائے کھڑے ہیں، اپنے قلم کا ہرشوشہ اس موضوع کے لئے وقف کیا ہے جس سے زیادہ اور کوئی دلاویز موضوع نہیں، اپنے وقت کا استعمال اس کام کے لئے کیا ہے جو دارین میں کامگاری کی ضمانت ہے۔

نعت جہاں لکھی گئی جس نے لکھی اور جس زبان میں لکھی ان

باقی صفحہ ۳۰ کالم ۲

آفتاب جو غروب ہو گیا

پروفیسر
میاں مقبول احمد
سابق پرنسپل گورنمنٹ کالج شاہدرہ

ڈاکٹر افتاب احمد نقوی کی شہادت ایک عظیم المیہ ہے وہ ۲۸ اکتوبر ۱۹۹۵ء کی صبح کو تعلیم و تدریس کے مذہبی فرائض کی ادائیگی کے لئے جا رہے تھے کہ درس گاہ کے قریب دو شقی القلب بدبختوں نے انہیں گولی کا نشانہ بنا کر خون میں نہلا دیا اور یوں ہمارا درخشندہ آفتاب آن واحد میں غروب ہوگیا --- یہ کون بدبخت تھے؟ اور انہوں نے ایسا کیوں کیا؟ --- کچھ پتہ نہیں -- پتہ چلا بھی تو کیا افتاب واپس آجائیگا؟

پوسٹمارٹم کے بعد جب میت گھر پہنچی تو میں دیدار کے لئے آگے بڑھا دیکھا کہ ماں نوحہ کے بجائے بلائیں لے رہی تھی ماتھا چوم رہی تھی اور بالوں کو سہلا رہی تھی یوں لگا کہ جیسے شہید رخصت نہیں ہوا بلکہ ماں سے ملنے آیا ہے والدہ محترمہ کی اچانک نظر جو مجھ پر پڑی تو مجھے آبدیدہ دیکھ کر چارپائی کا سہارا لے کر اٹھیں مجھے بغل میں لیکر میرے آنسو پونچھتے ہوئے گویا ہوئیں میرا عظیم بیٹا آپ کے حج کا ساتھی چل بسا اسے رونا نہیں ---- اللہ اللہ ماں کا یہ حوصلہ اور فرمان بلا شبہ شہید کی عظمت کی سند ہے۔

واقعی وہ ایک عظیم انسان تھا اسکی عظمت کی جھلکیاں اسکے ہر گوشہ حیات میں نظر آتی ہیں۔ اسکی عظمت کی پہلی جھلک ان کی خانگی زندگی (بلوغت سے شہادت تک) میں نمایاں طور پر دکھائی دیتی ہے والد کی بے وقت وفات کے بعد سب سے بڑی اولاد ہونے کے ناطے سے گھر اور گھر والوں کی جملہ ذمہ داریوں کا بوجھ ان کے معصوم کندھوں پر آن پڑا تعلیم مکمل کی اے جی آفس میں ملازمت کا آغاز کیا ماں کی بیوگی کو سہارا دیا بہن بھائیوں کے قیام و طعام اور تعلیم و تربیت کی ذمہ داریوں کو نبھایا ان کے لئے ملازمتوں اور کاروبار کے لئے تگ و دو کی ان کی آسائشوں اور سہولتوں کا ہردم خیال رکھا ان کی ضروریات کو ہمیشہ اپنی ضرورت پر ترجیح دی شادیاں کیں جدی جائیداد کے حصے بخرے کرنے کے بجائے ان کے حق میں کلیتہ دستبردار ہوئے والدہ کے ہمراہ ایک بھائی کو حج کروایا۔ دوسرے کو عمرہ ان کی ہر تکلیف کو اپنی تکلیف جان کر برداشت کیا غرض انہوں نے ان کی پرورش اور سرپرستی میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور یوں وہ ان کے باپ بنے رہے اور انہیں کبھی باپ کی یاد نہ آنے دی شہادت کے موقعہ پر بہن بھائی روتے اور بلبلاتے کہ اج ہمارا باپ فوت ہوا ہے یہ خونین المیہ قیامت سے کم نہ تھے اعزا واقارب اور دوست احباب نوحہ کناں تھے سب ان کی عظمتوں کا ذکر کر کر کے ظالم قاتلوں کو کوستے تھے جن کے بے رحم ہاتھوں نے انہیں ان کے مربی اور عظیم ساتھی سے محروم کردیا تھا سوگواروں کا جم غفیر انسوؤں کے سیلاب اور آہ وبکا کی فلک بوس چیخوں کا منظر برداشت سے باہر اور دل فرط غم سے ڈوب ڈوب جاتا تھا۔

وہ ایک سچا اور سچا انسان تھا۔ قلب وذہن کا قلم و قرطاس کا عقائد و نظریات کا فکروفن کا تحقیق و تنقید کا درس و تدریس کا۔ لین دین کا۔ وہ رواداری ہمدردی اور غمگساری کا پیکر تھا۔ وہ خوش خلقی شگفتگی اور شرافت کا سراپا تھا۔ وہ انس و محبت اور خلوص و ایثار کا مجسمہ تھا تنگی ساتھی ہو اپنا ہو غیر ہو، آشنا ہو، چھوٹا ہو بڑا ہو، وہ کسی کی تکلیف اور آزردگی کو برداشت نہ کرسکتے تھے۔ قدمے سخنے، دامے درمے ہر نوع اس کا ساتھ دیتے، مدد کرتے اور غم بانٹتے، احسان جتاتے نہ کسی سے ذکر تک کرتے ان کی عظمت ملاحظہ ہو۔

ایک روز نعتیہ مجموعے اے ہوا موذن ہو کے مصنف کالج تشریف لائے ان سے ملے کتاب کا نمونہ پیش کیا اور چند جلدوں کی خریداری کی صورت میں امداد طلب کی آپ میرے پاس آئے لائبریری کے لئے خرید کی سفارش کی میں نے پانچ نسخوں کی اجازت دی انہوں نے اپنی گرہ سے مزید سو نسخے خرید لئے اور کہا کہ غیر مسلم نعت گو ہے اسکی حوصلہ افزائی ضروری ہے ہوسکے تو جلسہ تقسیم انعامات میں کچھ بچوں کو دیدیں باقی میں شائقین نعت کی نذر کردونگا۔

ایک عاشق رسول ﷺ نے دوران ملاقات زیارت کعبہ اور دیدار

گورنمنٹ کالج شاہدرہ میں کم و بیش آٹھ سال تک ہماری رفاقت رہی اپریل ۹۲ میں بطور پرنسپل میرا تقرر ہوا توانہوں نے ایک یادگار نعت نمبر نکالنے کی خواہش و تجویز کا اظہار کیا میں نے محدود وقت اور اسباب و وسائل کے باوجود اسکی تدوین و اشاعت کو اپنا ذریعہ نجات سمجھ کر حامی بھرلی الحمد اللہ قدرت نے کرم کیا اور ایسے حالات و وسائل پیدا فرمائے کہ ہمیں شوق و عقیدت کی یہ دستاویز تیار کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ۱۵۰۰ صفحات کے لگ بھگ یہ نعت نمبر دو ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے جسمیں ۲۴ زبانوں کی نعتیہ تاریخ اور ۲۲ زبانوں کے نعتیہ نمونوں کا احاطہ کیا گیا ہے اسکی تدوین و ترتیب میں ڈاکٹر مرحوم و مغفور نے جس لگن اور شوق سے شبانہ روز کام کر کے یہ عظیم کارنامہ سرانجام دیا وہ قابل صد تحسین و مبارک ہے میرے نزدیک ان کا یہ کام عشق رسول ﷺ کی ایک منزل تھی جسے انہوں نے بڑی ریاضت سے طے کیا میں ان کی ریاضت محنت عظمت اور جذبہ عشق کو سلام پیش کرتا ہوں

اس نعت نمبر کی پذیرائی کا جو عالم ہوا وہ ہمارے لئے باعث صد فخر و مباہات ہے بے شمار علمی ادبی انجمنوں نے اسکی رونمائی کی تقاریب منعقد کیں اور ایوارڈز سے نوازا ۔ حکومتی سطح پر بھی صدارتی ایوارڈ ملا ۔ معروف دانشوروں اور اہل علم و قلم نے ہماری اس کاوش کو بنظر استحسان دیکھا ہمیں کلمات خیر سے دیا گیا اور مختلف آراکا اظہار فرمایا ۔ مرزا ادیب صاحب نے اسے نعت کے انسائیکلو پیڈیا کی سند عطا کی اکثر نے اسے ہمارا سرمایہ حیات اور توشہ اخرت قرار دیا ایک صاحب تو اس حد تک کہہ گئے ہیں کہ آپ نے اسکی اشاعت سے نہ صرف ادارہ کو امر کردیا ہے بلکہ خود بھی امر ہوگئے ہیں ---

میرے نزدیک نعت نمبر اوج کی معراج اور ہماری خوش بختی کی علامت ہے اسکی بدولت ہم دونوں کو مع اہل خانہ ایک ساتھ حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی اور درمصطفے پر حاضری کا شرف عطا ہوا اور اپنے ہاتھوں سے حضور کے حضور یہ گلدستہ عقیدت پیش کرنے کا موقعہ ملا --- اور اس طرح ایک ساتھ ہم دونوں روز جزا کو اسی کے واسطے سے خداوند قدوس سے نجات کے طلبگار ہوں گے --- یہی ہماری خوش قسمتی ہے یہی ہمارا انعام ہے --- یہی ہمارا ایوارڈ ہے

در مصطفے کی تمنا کا اظہار کیا اور اپنی بے بضاعتی کی وجہ سے محرومی قسمت کا گلہ کیا سنتے رہے عمرہ کے لئے خرچ کا پوچھا اٹھے اور بیگم سے رقم لاکر اسے چپکے سے پیش کر دی بیگم نے اچانک اتنی خطیر رقم لعب کرنے کی وجہ پوچھی تو کہا چپ رہو ہر بات پوچھنا اور بتانا ضروری نہیں -- یہ واقعہ شہادت کے بعد ان کے بھائی اور بیگم نے بتایا

نعت نمبر پر صدارتی ایوارڈ کے سلسلہ میں پانچ ہزار روپے کی رقم وصول کی تو کسی کو بتائے بغیر کالج کے میگزین فنڈ میں جمع کروادی --- یہ میری ریٹائرمنٹ کے بعد موسم گرما کی تعطیلات کے دوران ہوا --- مجھے اور پرنسپل صاحب کو اس واقعہ کا علم ہوا تو ہر چند ہم دونوں نے اس رقم کا انہیں مستحق گردانا اور رقم واپس لینے پر اصرار کیا مگر آپ نہ مانے اور اسے کالج فنڈ کا ہی استحقاق گردانا

وہ سادہ ذہن سادہ دل اور سادہ پوش تھے ہمیشہ عجز و انکسار سے کام لیتے متواضع ایسے کہ کسی ملاقاتی کو کبھی بغیر کھلائے پلائے نہ جانے دیتے کبھی تکلف نہ برتتے، وقت پر جو حاضر ہوتا پیش کر دیتے ۔ ہنس مکھ اور خوش گفتار ایسے کہ ہمیشہ دوسروں کی دلجوئی کا خیال رکھتے ۔ نجیب الطرفین اور مرنجاں مرنج تھے میرے علم میں ایسا کوئی شخص نہیں جسے ان کی زبان یا قلم سے کبھی کوئی گلہ یا شکوہ پیدا ہوا ہو ۔

انہوں نے علم و ادب کے میدان میں بڑی قلیل سی مدت میں ایک نام پیدا کیا اور بلند مقام حاصل کیا اپنی بے پناہ صلاحیتوں اور بے شمار کاوشوں کی بدولت بڑے بڑے کارنامے سرانجام دئے جو ہمیشہ زندہ رہیں گے ان کی بے شمار تصانیف و تالیفات میں پنجابی نعت پر مقالہ اور شاہدرہ کالج لاہور کے جریدہ اوج کا نعت نمبر خاص طور پر قابل ذکر ہے

ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی کے خون کی ہر بوند میں اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم متحرک رہتا تھا

انور سدید

ڈاکٹر آفتاب نقوی کو ہفتہ ۲۸ اکتوبر ۱۹۹۵ کو دن کی روشنی میں جرم بے گناہی میں چند "چہرہ پوش" دہشت گردوں نے گولی کا نشانہ بنا دیا۔ وہ گولی کھا کر موٹر سائیکل سے گرے اور ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی ان کا خون جس کی ہر بوند میں "اسم محمد" متحرک رہتا تھا خاک آلودہ سڑک پر بہہ رہا تھا۔ ان کا دل جس کی ہر دھڑکن میں نعت کے اشعار شامل ہوتے تھے "نعت گوئی" سے قاصر ہو رہا تھا۔

انسانوں اور مہنگے پٹرول سے چلنے والی کاروں کیسامنے دو بے گناہوں کی لاشیں سڑک کے وسط میں تڑپ رہی تھیں۔ لیکن کوئی ان کی خبر نہیں لے رہا تھا۔ کوئی اس واقعے پر ان کی طرف متوجہ نہیں تھا ان میں سے ایک شاہدرہ ڈگری کالج کے پروفیسر افتاب نقوی تھے جنہوں نے رسالہ "اوج" کا "نعت نمبر" شائع کر کے "عقیدت رسول" کی روشنی اردو دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلا دی تھی دوسرے مقبول احمد کاوش تھے جو موٹر سائیکل کی عقبی نشست پر سوار تھے جو اپنی روح کی پیاس شاعری سے بجھاتے تھے۔ دونوں کا کسی فرقہ پرست مذہبی جماعت سے تعلق نہیں تھا۔ خدا جانے دہشت گردوں کی گولیوں نے ان کی طرف کیوں رخ کیا تھا اور چوراہے سے گزرنے والے ہجوم نے نقاب پوش قاتلوں کو پکڑنے کی یا ان کا راستہ روکنے کی کوشش کیوں نہیں کی تھی؟ پاک انسانوں کی پاک سرزمین پر دو معصوم انسانون کو موت کے گھاٹ کیوں اتار دیا گیا تھا؟ قاتل کیوں بچ گئے تھے؟ انہوں نے دو ہنستے بستے خاندانوں کو مستقل عذاب اور مسلسل ادبار میں کیوں مبتلا کر دیا تھا؟

آفتاب نقوی سے میرا پہلا غائبانہ تعارف اس وقت ہوا جب انہوں نے پنجابی زبان کی نعتیہ شاعری پر مقالہ لکھ کر پنجاب یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی اس سے قبل اس قسم کی ایک اعلی پائے کا کام ڈاکٹر ریاض مجید نے اردو شاعری میں نعت نگاری لکھ کر سرانجام دیا تھا۔ ڈاکٹر افتاب نقوی نے پنجابی زبان و ادب سے نعت کے قدیم ترین نوادر کا کھوج لگایا۔ وہ اپنی دریافتوں کا سلسلہ زمانہ حال تک لے آئے اور ان شاعروں کو متعارف کرایا جو اشاعتی سہولتیں کمیاب ہونے کی وجہ سے دور دراز کے علاقے میں تاحال "غیر مطبوعہ" حالت میں پڑے تھے اور مسلسل اظہار عقیدت کر رہے تھے۔۔ یہ شعراء نبی اکرم کی خدمت میں نذرانہ ہائے نعت پیش کرتے تو نجی محفلوں میں دوستوں کو سنا کر تخلیقی مسرت حاصل کر لیتے۔ افتاب نقوی نے اپنے مقالے میں ان کا اعتراف کیا اور ان کی خدمات فن کو سراہا جو تعریف و ستائش وصلہ سے بے نیاز تھیں۔

آفتاب نقوی سے میری چند طویل ملاقاتیں ان دنوں ہوئیں جب وہ "اوج" کا نعت نمبر مرتب کر رہے تھے۔ وہ عصر کے وقت میرے غریب خانے پر تشریف لاتے تو عشاء کی نماز کے بعد واپس جاتے، وہ سردی کے موسم میں موٹر سائیکل پر سامنے کی سرد ہوا کا مقابلہ کرتے ہوئے شاہدرہ میں اپنے گھر پہنچتے تھے۔ میں اس سفر کو جو رات گئے طے ہوتا تھا تکلیف رساں اور غیر محفوظ تصور کرتا تھا اور نقوی صاحب سے گزارش کرتا کہ وہ دن کی روشنی میں گھر پہنچ جایا کریں۔ اپنے بچوں کو تشویش اور پریشانی سے بچائیں نقوی صاحب اک شان استغنا سے کہتے۔

"انور سدید! زندگی کے ہر سانس پر اللہ تعالی کی مہر لگی ہوئی ہے مجھے زندگی کا خطرہ محسوس نہیں ہوتا۔ لیکن میں اس خوف سے ضرور مبتلا ہوں کہ اگر "اوج" کا نعت نمبر اعلی معیار اور میری روحانی خواہشات کے مطابق ترتیب نہ پاسکا تو میں اخرت میں کس منہ سے "سایہ نبوی" کی آرزو کروں گا۔

اب سوچتا ہوں تو حیرت ہوتی ہے کہ میں جس شخص کو اندھیرے کے سفر سے اجتناب کا مشورہ دیتا تھا اور جو میری بات کو خاطر میں نہیں لاتا تھا اس کی گردن پر دن کے اجالے میں گولی چلائی گئی۔ دوسری طرف یہ بھی معجزہ ہے کہ رسالہ "اوج" کا نعت نمبر چھپا تو اسے نہ صرف سابقہ تمام نعت نمبروں کے سلسلہ وار ارتقاء کی

اہم ترین کڑی تسلیم کر لیا گیا بلکہ نقوی صاحب کی آرزوؤں اور معیارات کے مطابق بھی ثابت ہوا۔ اس کی تحسین ملک بھر میں ہوئی اور حکومتی سطح پر اسے صدارتی ایوارڈ سے نوازا گیا۔ میں نے اس پر خامہ فرسائی کی تو افتاب نقوی صاحب کو نوید دی کہ سر سید آخرت میں اپنی نجات کے لئے "مسدس حالی" پیش کریں گے لیکن ان کا "توشہ آخرت" یہ نعت نمبر ہے افتاب نقوی نے انکسار سے کہا خدا آپ کی دعا قبول کرے۔

افتاب نقوی پاک دل و پاک باز انسان تھے وہ اشتہاری شرافتوں کے دور میں مجسم شرافت تھے۔ ان کی ہر دلعزیزی کا ادنیٰ ثبوت یہ ہے کہ ان کے طلباء ان سے محبت کرتے تھے۔ ان کی غیر حاضری میں ان کی تعریف کرتے تھے۔ حق مغفرت کرے۔

قطعہ تاریخ وصال

پروفیسر ڈاکٹر سید آفتاب احمد نقوی مرحوم و مغفور برادر بزرگ سید عمران احمد نقوی سلمہ

خلف الصدق حضرت مولانا علامہ سید یعقوب احمد نقوی حنفی

تاریخ ولادت ۹ ستمبر ۱۹۵۱ء

تاریخ وصال ۳ جمادالثانی ۱۴۱۶ھ بمطابق ۲۸ اکتوبر ۱۹۹۵ء بروز ہفتہ

نتیجہ فکر جناب ابوالطاہر فدا حسین فدا مدیر اعلیٰ ماہنامہ مہرو ماہ ۔ لاہور

عرش آشیاں آفتاب
۱۶ ھ ۱۴

اٹھا بزم عالم سے ہے نقوی زعیم انجمن ادب صاحب فکروفن
سراپائے تہذیب والا صفات تھا اس مجتہد ابروئے وطن
کہاں تابشیں علم و عرفان کی اب ہے ویران و تاراج بزم سخن
بہا خون ناحق جو لائیگا رنگ لرز اٹھا جس سے ہے چرخ کہن
تھا ایک پیکر خلق و جان وفا تھے وارنگاں جس کے اہل زمن
رواں اس کی طبع رسا دیکھ کر ہوئے پانی پانی تھے گنگ وجمن
نہیں اس پہ عمران ہی مضطرب اعزہ بھی سب آج ہیں نوحہ زن
وہ دل دادہ حرمت دین حق تھا مفتون و شیدائے ارض وطن
بصدق نگاہ نبی محترم ہے آسوہ وہ کہ حریم ۔۔
سن وصل از روئے احمد فدا ہے اہل قلم آفتاب ۔

۱۴ ھ ۱۶ = ۱+

مولانا سید یعقوب احمد نقوی

والدِ محترم ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی

میاں محمد رفیق

مولانا سید یعقوب احمد شاہ نقوی البخاری قادری مرحوم سانگلہ ہل کی معروف علمی دینی اور روحانی شخصیت تھے۔ انہوں نے اپنے علمی کمالات اور روحانی فیوض سے ایک عالم کو فیض یاب کیا آپ نے موضع ترانوالہ منڈی مڑھ بلوچاں اور موضع رتہ جوعہ میں ایک طویل عرصے تک امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دئے ان کے علاقے بھر میں بے شمار شاگرد ہیں جنہوں نے آپ سے قرآن حکیم کی تعلیم حاصل کی۔

حضرت مولانا سید یعقوب احمد شاہ نقوی موضع اشاعور تحصیل پھلور ضلع جالندھر میں خاندان سادات میں پیدا ہوئے سلسلہ نسب متعدد واسطوں سے حضور ﷺ سے جاملتا ہے والد ماجد غلام محمد شاہ عالم دین تھے اور علاقے میں امامت و خطابت کے حوالے سے دینی خدمات کا ایک وسیع سلسلہ رکھتے تھے۔ انہوں نے بیٹے کی تربیت خالص دینی نقطہ نظر سے کی۔ تواضع انکساری نیکی اور خیر کے جذبات کو اپنے بیٹے کی زندگی کا لازمی حصہ قرار دیا۔

سید یعقوب احمد شاہ نے دینی تعلیم کے حصول کے بعد کچھ عرصے کے لئے چونگی محرر کے طور پر جگراوں اور پھلور میں خدمات سرانجام دیں لیکن جلد ہی اس ملازمت سے اکتا کر خدمت دین متین کے لئے کام شروع کیا۔ آپ علاقے کی روحانی شخصیت سائیں جمعے شاہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ سلسلہ تصوف قادری تھا چونکہ اولاد میں بڑے تھے اس لئے جوانی کی عمر میں والد ماجد کا سہارا بنے اور چھوٹے بھائیوں کی تعلیم و تربیت میں خاطر خواہ حصہ لیا۔

مرحوم نے دو شادیاں کیں۔ اللہ تعالیٰ نے پہلی بیوی سے ایک بیٹا عطا کیا جس کا نام حبیب احمد رکھا گیا۔ جو بچپن ہی میں اللہ کو پیارا ہو گیا زوجہ محترمہ بھی اللہ کو پیاری ہو گئیں دوسری شادی موضع بھٹہ دوہا کی روحانی شخصیت پیر سید شاہ محمد کی بیٹی سے ہوئی جس سے قدرت نے چار بیٹے اور دو بیٹیاں عنایت کیں۔

پیر سید یعقوب احمد شاہ صاحب نے تحریک پاکستان میں اپنے علاقے کی سطح پر بڑھ چڑھ کر حصہ لیا لوگوں کو قیام پاکستان کے مقاصد سے آگاہ کیا ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو جب پاکستان بنا تو ہجرت کر کے پاکستان آئے اور سانگلہ ہل کے نواحی گاوں مہمد والی چک نمبر ۱۱۱ میں اقامت پذیر ہو گئے

پیر سید یعقوب احمد نقوی اور ان کے خاندان نے ہجرت کے بڑے دل گداز مناظر دیکھے۔ راستے میں بچے شہید بھی ہوئے جبکہ کڑیل جوان حصول پاکستان کی تگ و دو میں کام بھی آئے۔ خاندان کے بہت سے افراد سرزمین پاک کی زیارت کا شرف حاصل کرنے سے محروم رہے اور ظالم سکھا شاہی سے مقابلہ کرتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔ مرحوم جب واقعات ہجرت بیان کرتے تو ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے اور بے ساختہ لٹے ہوئے قافلوں کا ذکر کر کے آنسو بہانے لگتے۔

پاکستان بننے کے بعد جہاں بہت سے لوگوں نے ہر قسم کے کلیم داخل کر کے بہت کچھ حاصل کیا وہاں سادات سے متعلق اس بزرگ نے اپنے اور اپنے دو بھائیوں کے لئے سات ایکڑ زمین کلیم میں حاصل کی جبکہ دیہات کا چھوٹا سا مکان بھی حصے میں آیا۔ چھوٹے بھائی سید اسحاق احمد شاہ اور سید نثار احمد شاہ چونکہ محکمہ بجلی میں ملازم تھے اس لئے وہ اکثر و بیشتر ملازمت کے سلسلے میں لاہور میں رہے جبکہ مرحوم کو کھیتی باڑی کی نگرانی کرنے کی ذمہ داری بھی تفویض ہو گئی۔

مرحوم نے ۱۹۴۷ سے لیکر ۱۹۷۷ء تک علاقے بھر میں خدمت دین سرانجام دی۔ آج ان کے علاقے میں سینکڑوں کی تعداد میں ارادت مند اور شاگرد موجود ہیں جو ان کے نام نہایت ہی عزت و وقار کے ساتھ لیتے ہیں۔ مرحوم اگرچہ صاحب خلافت و اجازت تھے لیکن مزاج میں بلا کی سادگی اور متانت تھی اس لئے انہوں نے مرید سازی کی بجائے لوگوں کی کردار سازی پر زیادہ توجہ دی کیونکہ ان کا ایمان تھا کہ جتنی بھی زیادہ سے زیادہ لوگوں کی خدمت سرانجام دی جائے اتنا ہی لوگ اس خدمت کرنے والے کی شخصیت اور اس کے عقائد و معمولات سے متاثر ہو کر اس کے گرد جمع ہوں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا بہت سوں نے ان کی شاگردی دوستی اور تعلق داری سے اپنی دنیا و

آخرت سنوارنے میں مدد لی۔ موصوف جہاں طریقت پر گہری نظر رکھنے والے باعمل صوفی تھے وہاں شریعت پر بھی دسترس کامل رکھتے تھے۔ عبادت و ریاضت ان کی زندگی کے خصوصی معمولات تھے تہجد سے اشراق تک کی نفلی نمازیں دلائل الخیرات اور اوراد و وظائف ان کے روزانہ معمولات کا حصہ تھے گھریلو کام سے لیکر زمین کی کاشت کاری تک سفر وحضر میں باوضو ہونا اور ذکر و فکر میں مشغول رہنا ان کی گویا عادت ثانیہ بن چکی تھی۔ موصوف کے اگرچہ بہت سے عقیدت مند تھے جو ان سے تعویزات بھی حاصل کرتے تھے لیکن مرحوم تعویزات دیتے ہوئے ساتھ اکثر کہا کرتے تھے کہ یہ نقش قرآنی ہے۔ یہ اسی صورت میں مفید ثابت ہوں گے جب نماز پنجگانہ اور تلاوت کلام پاک زندگی کے معمولات کا حصہ ہوں گے۔ اس طرح وہ بیک وقت روحانی علاج بھی کر رہے ہوتے تھے۔

حضرت پیر سید یعقوب احمد شاہ نقوی کے رعب وجلال کی صورت ہی الگ تھی رمضان المبارک کے ماہ مقدس میں کسی کی مجال نہ تھی کہ آپ کے سامنے کچھ کھا پی سکے جبکہ جس راستے سے گزرتے اگر نمازی نہ ہوتے تو راستہ بدل لیتے تھے کیونکہ یہ ناممکن تھا کہ کوئی ان کے سامنے کھڑا ہو اور وہ نماز کے لئے کہیں اور وہ ساتھ مسجد میں نماز کے لئے نہ جائے ان کے بارے میں مشہور ہے کہ ان کے سامنے انکار (دینی شعائر سے) نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ بعض اوقات کسی نے ان کے شرعی احکام سے حکم عدولی کی تو انہوں نے اس کی اپنی چھڑی سے مرمت کر دی لیکن کیا مجال کہ گاوں کا چوہدری ہو یا نوکر ۔ ۔ وہ ان کا حکم نہ ماننے اور ان کی دی ہوئی سزا پر صدائے احتجاج بلند کر سکے۔

سید یعقوب احمد مرحوم شعائر دین کے معاملے میں جہاں کسی قسم کا جھول برداشت کرنے کے روادار نہ تھے وہاں مختلف دینی فرقوں میں فرق کے بالکل قائل نہ تھے۔ وہ اگرچہ مسلک اہل سنت پر سختی سے کاربند تھے لیکن دیگر اسلامی فرقوں کے لوگوں اور ان کے عقائد کا احترام بہت ضروری خیال کرتے تھے اس سلسلے میں رواداری کا یہ عالم تھا کہ اکثر و بیشتر مجالس امام حسین میں نہ صرف خود شریک ہوتے بلکہ ان سے خطاب بھی کرتے تھے لیکن صحابہ کبار کے بارے میں کسی بھی قسم کے غیر شرعی جملے ان سے ہرگز برداشت نہ ہوتے تھے

مرحوم کی زندگی جرات، ہمت، دیانت اور فراست سے عبارت ہے

وہ ایک ایسی شخصیت کا نام تھے جن کے مزاج میں شریعت اور طریقت اپنے پورے توازن کے ساتھ موجود تھی۔ وہ ایک کو ایمان اور دوسری کو کردار کہا کرتے تھے وہ اگرچہ معروف معنوں میں شاعر نہ تھے لیکن دوران تقریر لفظ اور تراکیب یوں اترتے تھے کہ گویا دبستان کھل گیا۔

مرحوم کے مزاج میں سادگی اور دیانت داری ہمیشہ ہی لائق تحسین رہی ہے۔ آپ نے ۱۹ رمضان المبارک ۱۳۹۷ھ بمطابق ۴ ستمبر ۱۹۷۷ء اس جہان فانی سے کوچ کیا اور اپنے آبائی قبرستان مہمد والی چک نمبر ۱۱۱ میں دفن ہوئے۔ معروف نعت گو شاعر اور عالم دین محمد امین نقوی نے آپ کے وصال پر قطعہ تاریخ وصال لکھتے ہوئے آپ کی سیرت اور کردار کے حوالے سے کیا خوبصورت بات کہی ہے۔

جہاں میں وہ کبھی مردہ نہیں ہے
کہ جو عشق محمد کا امیں ہے
جناب سید یعقوب احمد
اے نقوی افتخار اہل دیں ہے

بقیہ یہ خون خاک نشیناں تھا

لواحقین کے لئے ایک مسلسل اور قسط وار موت کے شکل اختیار کر جاتی ہے۔

یہ کیسا معاشرہ ہے جو مرنے والوں کے لئے تعزیتی جلسے ریفرنس احتجاجی مظاہرے اور چیخ و پکار تو کرتا ہے مگر اپنے ہی بنائے ہوئے عوامی تحفظ اور بہبود کا اداروں کے حضور شنوائی تک سے محروم ہے۔ ڈاکٹر افتاب نقوی اور مقبول کاوش کا یہ قتل ہمارے اجتماعی ضمیر کے لئے عبرت کا ایک اور تازیانہ ہے جو ہمیں احساس دلاتا ہے کہ اگر اب بھی رفتار اور اس کا ڈھب نہ بدلا گیا تو ممکن ہے ہم بحیثیت قوم اس دوڑ سے خارج ہو جائیں جس کی آخری لائن میں گسستے ہمیں کئی صدیاں ہو چلی ہیں۔

توجہ فرمائیں

دسمبر ۱۹۹۵ء کے شمارے میں مضمون "اسلام میں زکواۃ کے مسائل" شائع ہوا جس پر صاحب مضمون کا نام شائع نہ ہوسکا جسکے لئے ادارہ معذرت خواہ ہے واضح ہو کہ یہ مضمون صاحبزادہ مولانا انصاف علی کا تحریر کردہ ہے

ادارہ کنزالایمان

شہیدِ نعت — سیّد عرفان احمد نقوی

برادرِ ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی

میرے برادر اکبر پروفیسر ڈاکٹر افتاب نقوی احمد شہید خونی رشتے کے لحاظ سے تو بڑے بھائی تھے مگر حقیقت میں میرے لئے ایک باپ کی سی حیثیت رکھتے تھے ۔ اور صرف ایک میں ہی نہیں ہم تمام بہن بھائیوں کو انہوں نے باپ بن کر پروان چڑھایا ۔ کسی بھی مرحلے پر انہوں نے ہمیں احساس نہ ہونے دیا کہ ہمارے والد صاحب اس دنیا میں موجود نہیں ہیں ۲۸ اکتوبر 1995 کو جب انہوں نے جام شہادت نوش کیا تو اس روز صرف میرے بھتیجے اور بھانجیاں ہی شفقت پدری سے محروم نہیں ہوئے بلکہ ہم سب بہن بھائی بھی ایک شفیق اور نفیس باپ سے محروم ہوئے ۱۹۷۷ء میں جب والد گرامی کا انتقال ہوا تو میں بہت چھوٹا تھا اور اپنے نفع نقصان کا شعور بھی نہیں رکھتا تھا بھائی جان نے بڑا بھائی ہونے کے ناطے مجھے نہ صرف زیور تعلیم سے آراستہ کیا بلکہ میری دیگر ضروریات کی بھی بھرپور طریقے سے تکمیل کرتے رہے نعت کے حوالے سے بھائی جان ایک چلتا پھرتا نعت انسائکلوپیڈیا تھے بھائی جان نے اگر سب سے بڑی تعلیمی ڈگری (پی ۔ ایچ ۔ ڈی) حاصل کی تو وہ بھی نعت کے موضوع پر ان کی نعت سے محبت کا ایک اور ثبوت گورنمنٹ کالج شاہدرہ لاہور کا مجلّہ "اوج" کا نعت نمبر روز روشن کیطرح عیاں ہے اوج کے دو جلدوں پر مشتمل پندرہ سو صفحات عشق رسول ﷺ کی مہکاروں سے بھرے ہوئے ہیں اور یہ نعت نمبر ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے انے والے وقتوں میں نعت کا کوئی بھی محقق اس سے استفادہ کئے بغیر اپنی تحقیق کو مکمل نہیں کرسکے گا ۔ بھائی جان شہید خود بھی بلندپایہ نعت گو شاعر تھے ان کا اپنا ایک شعر

سلاماں تے درودواں نال نقوی لالوان یاری
مقدر کیوں نہ انج اپنا جگاواں یارسول اللہ

نعت اور صاحب نعت سے محبت کا زندہ و جاوید ثبوت ہے بھائی جان کا ایک اور شعر موجود حالات کی تصویر کشی کر رہا ہے ۔

زندہ ہے جو اس عہد پر آشوب میں نقوی
یہ تیری نظر تیری دعا تیرا کرم ہے۔

انہی کے حسن ترتیب کے طفیل میرے اندر بھی نعت خوانی کا ذوق و شوق نمودار ہوا جو خدائے ذوالجلال کے فضل و کرم سے ابھی تک جاری ہے افسوس کہ ان کی شہادت سے نعت سے متعلقہ وہ تمام منصوبے ادھورے رہ گئے جن کو وہ پایہ تکمیل تک پہنچانا چاہتے تھے بھائی جان تو آج کل حج کا سفرنامہ بھی لکھ رہے تھے جس کا عنوان انہوں نے نعت کے پرچم تلے رکھا ہوا ہے ان کی شہادت سے پاکستانی قوم اور خصوصا نعت سے محبت کرنے والے لوگ ایک محب وطن اور عاشق رسول سے محروم ہوگئے ہیں اور یہ خلا پر ہوتا ہوا نظر نہیں آتا۔

پروفیسر ڈاکٹر آفتاب نقوی شہید

عُظمیٰ بتول نقوی
(دُختر ڈاکٹر آفتاب نقوی)

باپ جسکا نعم البدل اس دنیا میں کوئی نہیں ----- باپ جو اپنے بچوں کے لئے ایک ایسے گھنے پیڑ کی حیثیت رکھتا ہے جس کے سائے تلے بچے دنیا کے ہر غم و فکر اور رنج و آلائش سے دور ہوتے ہیں --- جس کی موجودگی میں معصوم بچے یتیمی کے کرب سے نا آشنا ہوتے ہیں --- اور ہاں --- باپ ہی تو وہ عظیم ہستی ہوتا ہے جسکی اطاعت و فرمانبرداری سے اولاد اپنی آخرت کا سامان تیار کرتی ہے --- ایک ایسی عظیم ہستی ۲۸ اکتوبر ۱۹۹۵ء کو ہم سے جدا ہوگئی اور ہم سب بہن بھائیوں پہ یتیمی کا دھبہ لگاگئی ------ اس طرح ہم سب بہن بھائی بھی کرب یتیمی سے آشنا ہوگئے ۲۸ اکتوبر بروز ہفتہ کی صبح ہماری زندگیوں میں ایک ایسا عظیم سانحہ لیکر آئے گی --- یہ تو کبھی سوچا بھی نہ تھا---- یہ بھی درست ہے کہ انسان تو ہمیشہ خوشیوں اور مسرتوں کے لمحوں کا انتظار کرتا ہے --- غموں اور جدائیوں کا نہیں --- لیکن بعض انسان ایسے بھی ہوتے ہیں جو دکھوں اور غموں کو حصہ زندگی سمجھتے ہیں اور حتی کہ موت سے بھی نہیں گھبراتے --- ایسے ہی بلند ہمت اعلی ظرف صابر اور شاکر لوگوں میں ایک نام میرے والد محترم پروفیسر ڈاکٹر افتاب نقوی کا بھی ہے جنہوں نے موت کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور اللہ تعالی نے انہیں راہ علم میں جاتے ہوئے اس مکافات عمل کے دکھوں اور پریشانیوں سے آزاد کردیا--- اور اس طرح انہیں شہادت کے عظیم رتبے پر فائز کیا۔

ایسا کیوں کہ جانے سے صرف ایک انساں کے
ساری زندگی ہی بے ثبات ہو جائے

واقعی ایک ایسے عظیم نرم خو اور مہربان شخص کے چلے جانے سے ان کے اپنوں کو اپنی زندگیاں بے معنی ہی لگتیں ہیں --- انہیں یہ دنیا ویران و سنسان ہی تو دکھائی دیتی ہے بقول شاعر

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص سارے جہاں کو ویران کر گیا

جہاں پھول وہاں کانٹے ---- جہاں سکھ وہاں دکھ اور --- جہاں لمحات مسرت و شادمانی وہاں ساعت دردو الم

یہ سب باتیں ایک حقیقت ہی سہی لیکن دکھ کا ایک لمحہ خوشیوں کے ہزار لمحوں پر بھاری ہوتا ہے --- ایسے دکھ اور غم اور سانحے کا سامنا انسان اس وقت کرتا ہے جب بھائیوں سے انکا شفیق و مہربان بھائی جس نے انہیں باپ کا پیار دیا ہو جدا کردیا جائے --- جب ماں سے اسکا لخت جگر گولیاں مار کر چھین لیا جائے --- جب بہنوں سے انکا بھائی چھین کر موت کے گھاٹ اتار دیا جائے ---- جب ایک بیوی سے اسکا شوہر ---- اسکی ساری عمر کا سرمایہ --- اسکا سہاگ راہ چلتے ہوئے قتل کردیا جائے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جب اولاد سے --- معصوم نھنے منے فرشتوں سے ---- معصوم اور بھولی بھالی بیٹیوں سے یہ کہہ دیا جائے کہ ان کے باپ کے دل و دماغ کو بھری سڑک پر گولیوں سے چھلنی کردیا گیا ---- اور باپ بھی وہ باپ جس پر نہ صرف اسکا کنبہ ' اسکا خاندان اور اسکے رفقائے کار ہی نہیں بلکہ پورا وطن اس پر فخر کرتا ہو

صحن گلشن کی فضائیں کیوں نہ افسردہ رہیں
پھول وہ توڑا گیا جس پر چمن کو ناز تھا

واقعی میرے والد محترم گلشن نعت بلکہ اس باغ جہاں کا ایک ایسا ہی خوبصورت پھول تھے جسے مکمل کھلے ہوئے اورجوبن پر آئے ہوئے ابھی بہت مختصر سا عرصہ ہی ہوا تھا کہ اس خوبصورت ' دلفریب خوشبو کے حامل پھول کو مسل دیا گیا میرے ابو ایک ایسا افتاب علم و ادب تھے جو اپنی کرنو اور نور سے علم و ادب کی دنیاکو چمکارہے تھے --- لیکن ظالم لوگوں نے اس سورج کو غروب کردیا ---- اور اس طرح دنیائے علم و ادب میں ایک نہ مٹنے والا خلا پیدا ہوگیا۔

★

میرے پیارے ابوؒ

علی رضا نقوی
(پسر ڈاکٹر آفتاب نقوی)

جب تک سورج چاند رہے گا
آفتاب شہید تیرا نام رہے گا

واقعی اچھے لوگوں کے نام تو رہتی دنیا تک رہتے ہیں کسی انسان کی قابلیت اور اچھائیوں کا اندازہ اس کے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد ہی ہوتا ہے جب ہر ایک کے لبوں پر چلے جانے والے کی تعریفیں ہوں میرے ابو بھی تو انہی اچھے اور نیک لوگوں میں سے ایک تھے

میرے ابو پروفیسر ڈاکٹر آفتاب نقوی بہت نیک ' لائق اور اچھے انسان تھے ۔ انہوں نے آخری وقت تک تعلیم حاصل کی۔

ہفتے کے صبح ' جو ان کی زندگی کی آخری صبح تھی تو میں ان کے کمرے میں گیا دیکھا تو ابو سو رہے تھے پھر میں نے نماز ادا کی ' ناشتہ کیا اور بیگ ہاتھ میں لیکر سکول چل دیا ۔ سکول جاکر میں نے تمام بچوں کے ساتھ دعا میں شرکت کی اور بعد میں اپنی کلاس میں چلا گیا ابھی ۳۰-۸ ہوئے تھے کہ میرے استاد نے مجھے پین میں سیاہی بھرنے کو بھیجا۔ پھر میں سکول کے آفس میں گیا تو دیکھا کہ میرے ابو اور انکل مقبول کاوش وہاں بیٹھے تھے میں نے انہیں سلام لیا اور ہاتھ ملایا اور انہوں نے مجھے پیار دیا ۔ میں نے پین میں سیاہی بھری اور اپنی کلاس میں چلا گیا ۔ استاد صاحب کو پین دینے کے بعد ہوم ورک چیک کروایا۔ پھر اردو کے پیرئڈ میں اردو کا ہوم ورک چیک کروایا اتنے میں میں نے کیا خبر سنی کہ میرے ابو اور انکل مقبول کاوش کو دو ظالموں نے گولی کا نشانہ بنایا پھر کیا تھا میری تو جان ہی نکل گئی میرا دل دھڑکنے لگا اور ٹانگیں کانپنے لگیں کہ یا اللہ یہ کیا ہوگیا پھر سب کہنے لگے ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی شہید ہوگئے کچھ کہنے لگے قتل کردیئے گئے جو بھی ہوا بہت برا ہوا پھر میرے دل نے کہا ظالمو! تمہیں ایک ثناخوان رسول ﷺ پر ذرا بھی ترس نہیں آیا؟ تمہیں ہم معصوم بچوں پر بھی ترس نہ آیا ؟ جنہیں تم نے یتیم کردیا۔

لیکن ظالموں تمہارا کام تو لوگوں کے گھروں کو اجاڑنا ہی ہے تمہارے تو دل ہی نہیں ترس کہاں سے آئے؟

پھر ہفتہ کی شام کو میرے ابو کی میت گھر آئی اور اتوار کو دس بجے صبح انہیں سپرد خاک کردیا گیا ۔ جبکہ انکل مقبول کاوش کو ہفتہ ہی کو سپرد خاک کردیا گیا تھا ۔ اب ہم سب کی دعا ہے کہ اللہ میاں میرے ابو اورانکل مقبول کاوش کو جنت میں اعلیٰ مقام پر فائز کرے ۔ آمین۔

نعت

ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی

خیال اندر میں ویکھنا واں
زمانہ بدلے نہ وقت لگے
میں میٹ اکھیاں
میں جوڑ کے ہتھ
ہاں چپ کھلوتا
نظر دے اگے ہے اک نظارا
جدوں اوہ سوہنا سی ایتھے آیا

ہر اک کلی سی بڑی خوشی وچ
چمن دا ہر پھل سی مسکرایا
بڑا مبارک سی اوہدا آؤنا
اوہ لے کے تقویٰ دا نور آیا
دلاں دے اندر سرور آیا
سدا دے وگڑے سنور گئے سن
تے سارے منظر نکھر گئے سن

دسو ایہ مینوں میں اوس آقا دے وصف کیویں
قلم دی تحریر وچ لیاواں
نہ لفظ میرے کھلار رکھدے
نہ تاب میری زبان وچ اے
میں اوس ہادی دی شان دا پھل
کھڑا نہیں سکدا
میں نعت اوہدیؐ
سنا نہیں سکدا
میں نعت اوہدی سنا نہیں سکدا

آفتاب میرا ساتھی

پروفیسر اصغر علی

آج ۲۸ اکتوبر ۱۹۹۵ء ہے دل بجھا بجھا سا ہے طبعیت بے چین و بے کیف سی ہے ہر سو ویرانی ویرانی سی ہے بھری دنیا میں جی اچاٹ ہے نامعلوم کیا وجہ ہے اسی بے چینی میں کالج سے گھر لوٹا اور نماز ظہر کے لئے تیار ہو رہا تھا کہ اچانک فون کی گھنٹی بجتی ہے۔ پروفیسر رشید احمد انگوی کا فون ہے رانا صاحب ایک عظیم حادثہ ہوگیا۔ میرے بھائی ہم لٹ گئے انگوی صاحب! خیریت تو ہے بھائی خیریت نہیں محترم ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی کو شہید کر دیا گیا ہے۔ انا للہ و انا علیہ راجعون اس ناگہانی خبر پر میں کھڑا نہ رہ سکا کھڑا بھی کیسے رہتا؟ ۱۹۷۸ء سے لیکر ۱۹۹۵ء تک جس شخص نے ہر گرم و سرد میں میرا ساتھ دیا میرے مشکل وقت میں میرا مددگار رہا میری ہر غلطی پر مجھے ٹوکا اور میرے نفس کی ہر تعدی پر اس نے مجھے روکا جو میرا بہترین مشیر تھا جو میرا اعلی سفیر تھا وہ اچانک مجھ سے جدا ہوگیا۔

لاہور سے آنے والے فون نے بھی چپ سادھ لی تھی اسے بھی میری حالت غیر کا احساس ہوگیا تھا۔ اسے بار بار جھنجھوڑا اور پوچھا بولو آفتاب کو کیا ہوگیا ہے وہ عین دوپہر میں کیوں ڈھل گیا ہے اس نے نہ بولنا تھا اور نہ بولا۔ ریسیور کو رکھ دینے کے بعد دوبارہ ہمت کر کے انگوی صاحب سے سلسلہ کلام جوڑا تو معلوم ہوا۔ میرا آفتاب صبح بڑی تمازت اور تابانی کے ساتھ گھر کی منڈھیر پر طلوع ہوا درخشاں اور شاداں گھر کی چوکھٹ سے نمودار ہوا کالج کی طرف جاتے ہوئے راستے میں جس سے ملا گل ریز گفتگو سے مسکراہٹیں بکھیرتا ہوا جی ٹی روڈ پر آیا اس جی ٹی روڈ پر جہاں انسانوں کا اژدھام رہتا ہے اس جی ٹی روڈ پر جہاں ٹریفک کا رش رہتا ہے اس جی ٹی روڈ پر جہاں وقوعہ سے چند گز کے فاصلہ پر شاہدرہ پولیس سٹیشن ہے یہاں دو درندہ صفت وحشیوں نے عین چاشت کے وقت میرے آفتاب کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے گہنادیا۔ پہلا فائر سر کی پشت پر لگا اور جبین کو جسے ۱۹۹۴ء میں حرم کعبہ اور حجراسود کو مس کرنے کا موقع ملا اس جبین کو جو مقام ابراہیم پر کئی بار جھکی کو چھیدتا ہوا نکل گیا دوسرا فائر آفتاب کو جب کہ وہ گرے ہوئے تھے دل پر مارا گیا اس دل کو نشانہ بنایا گیا جو یاد اللہ سے کبھی غافل نہ ہوا سفاک قاتل بار بار کی فائرنگ سے یقین کر لینا چاہتے تھے کہ آفتاب ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگیا ہے لیکن یہ درندہ صفت قاتل اس سے بے خبر تھے کہ بھلا آفتاب بھی کبھی مرا ہے وہ ہمیشہ دمکتا رہے گا۔ وہ ایسے افراد میں سے نہیں تھا جو حادثاتی طور پر دنیا میں آتے ہیں اور ایک مدت تک دنیا سے استفادہ کر کے داعی اجل کو لبیک کہہ جاتے ہیں بلکہ وہ تو ایسے افراد میں سے تھا جو دنیا میں ایک با مقصد زندگی گزارنے آتے ہیں اور جب اس دار فانی سے رخصت ہوتے ہیں تو یہ کہتے ہوئے رخصت ہوتے ہیں کہ

کون کہتا ہے کہ موت آئی تو مرجاؤنگا
میں تو دریا ہوں سمندر میں اتر جاؤنگا

پروفیسر ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی سادات خاندان سے متعلق تھے جب سے انہوں نے شعور کی آنکھ کھولی اپنی زندگی کو خلافت الہیہ کے قیام کے لئے وقف کردیا تھا ان کے ہونٹ جب کھلتے ان کا قلم جب رواں ہوتا تو حمد باری تعالی اور نعت رسول مقبول اشعار میں ڈھل کر ورطہ تحریر میں آجاتی تھی برصغیر پاک و ہند کے یہ پہلے شاعر تھے جنہوں نے پنجابی نعت میں پی ایچ ڈی کی گورنمنٹ کالج راوی روڈ شاہدرہ کے مجلّہ اوج کا دو جلدوں پر مشتمل نعت نمبر جو کئی زبانوں میں نعت رسول مقبول کا مجموعہ ہے ڈاکٹر مرحوم کی حب رسول کا ایک منہ بولتا ثبوت ہے۔ حکومت پاکستان نے اسی محبت کے صلہ میں انہیں مبلغ ۲۵۰۰۰ روپے کے صدارتی ایوارڈ سے نوازا۔ محترم ڈاکٹر مرحوم نے یہ خطیر رقم اپنی ذات پر خرچ کرنے کی بجائے گورنمنٹ کالج شاہدرہ کے طلبہ کے بہبود فنڈ میں جمع کروادی نعت نمبر نکالنے سے قبل ڈاکٹر آفتاب نقوی مرحوم نے اسی مجلّے کا ایک اور موقر نمبر قرار داد پاکستان نمبر کے حوالے سے نکالا

ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی مرحوم نہ صرف ادیب و شاعر تھے بلکہ وہ اساتذہ کے بہت بڑے قائد بھی تھے انہوں نے سرکاری ملازمت کی ابتدا اے جی آفس لاہور سے کی بعدازاں اردو کے لیکچرر منتخب ہوئے اور ایک استاد کی حیثیت سے اپنی ملازمت کا آغاز گورنمنٹ جناح

اسلامیہ کالج سیالکوٹ سے کیا اس کے بعد گورنمنٹ ظفر علی کالج وزیر آباد میں پھر گورنمنٹ کالج شیخوپورہ دیال سنگھ کالج لاہور اور بروز شہادت آپ گورنمنٹ کالج راوی روڈ شاہدرہ میں اپنے فرائض سرانجام دے رہے تھے محترم نقوی صاحب مرحوم ان فرائض منصبی کی بجا آوری کے ساتھ ساتھ دوران ملازمت اساتذہ کے حقوق کے لئے بھی سرگرم عمل رہے انہوں نے کالج اساتذہ کی پیشہ ورانہ تنظیم پنجاب لیکررز ایسوی ایشن میں یونٹ صدر سے لیکر سنئیر نائب صدر اور جنرل سیکرٹری کی حیثیت سے کام کیا انہی کے دور میں کالج اساتذہ کی ترقی کا چار درجاتی فارمولہ ۱۰ کروڑ روپے کی خطیر رقم سے ٹیچرز فاونڈیشن کا قیام سیکنڈ ڈویژنر کو براہ راست بھرتی کا حق ملا۔ ہزاروں اساتذہ کی ترقی اور موو آوور ہوا پنجاب لیکچرز ایسوی ایشن کی اتنی اہم ذمہ داریوں پرفائز رہنے کے باوجود آپ نے اپنے عہدہ سے کوئی ذاتی فائدہ نہ اٹھایا عرصہ دراز تک وہ لاہور شہر سے باہر رہے جن دنوں محترم نقوی مرحوم کی شہادت ہوی وہ گریڈ انیس میں براہ راست منتخب ہوگئے تھے اور انہیں اپنی تقرری کا انتظار تھا کیا خبر تھی کہ وہ انہیں ایام میں دنیوی گریڈ کی چھوت چھات سے آزاد ہو جائیں گے اللہ رب العزت نے انھیں ۱۹۹۴ء میں حج اکبر کی سعادت نصیب فرمائی اور ایک ایسے گروپ کے خادم مقرر ہوئے جس میں انکے چھوٹے بھائی والدہ بیگم اور شاہدرہ کی تین دیگر بزرگ خواتین بھی شامل تھیں۔ حرمین شریفین میں ایام حج ہوں یا دیگر ایام آپ دن رات انہی کمزور بزرگ خواتین کی خدمت میں لگے رہتے ویل چیر لیکر باری باری انہیں طواف کعبہ اور صفا مروہ کی سعی ویل چیر کو خود چلا کر کرواتے اور کہا کرتے کہ یہ موقع تو میرا خدمت گذاری کا ہے اور میں اپنے رب سے پرامید ہوں کہ وہ مجھے میرے نانا رسول عربی کے حضور حاضری اور حرم کعبہ کی زیارت کے لئے دوبارہ بلائے گا۔

بحرکیف علم ودانش کا یہ درخشندہ آفتاب فہم و فراست کا پیکر ماہر شعرو سخن عاشق رسول اور کالج اساتذہ کا مایہ ناز رہنما اور نظریہ پاکستان کا نہ صرف سپاہی بلکہ اس کے مطابق نسل نو کو بنانے والے معمار ملت کو ناکردہ گناہوں کی پاداش میں سفاک قاتلوں نے اپنے مذموم مقاصد کے لئے ہم سے چھین لیا ہے یوں تو کسی ایک شخص کا قتل پوری انسانیت کا قتل ہے لیکن یہاں تو ایک بس درجنوں معصوم لوگ سفاک قاتلوں کا شکار ہوتے ہیں ہرروز بیسیوں سہاگ اجڑتے ہیں درجنوں بچے یتیم ہوتے ہیں اور کوئی پرسان حال نہیں لیکن ایک استاد کا قتل کسی بھی سانحہ عظیم سے کم نہیں اور اس پر خاموشی رہنا اور ذمہ داران کا ملزموں کو کئی دن گزر جانے کے باوجود آہنی ہاتھوں میں نہ جکڑنا مجرمانہ غفلت سے کم نہیں اور جس قوم میں استاد کی یہ توقیر ہو پھر اس قوم کے مستقبل کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا

بقیہ اوج نمبر پر ایک نظر

سب کا تذکرہ اس نمبر میں ملتا ہے اس سے زیادہ کسی نمبر کی جامعیت اور کیا ہو سکتی ہے؟

راقم گو خود شاعر اور نقاد نہیں البتہ اچھا قاری اور سامع ضرور ہے "اوج" میں چھپی ہوئی نعتیں پڑھی ہیں تو دل جھوم جھوم اٹھا اور بعض نعتیں مختلف شعراء کی اپنی زبان یا کسی نعت خواں سے سنی ہیں تو بھی وجدان نے ہمیشہ درود پڑھا ہے۔

محترم ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی تو لائق تبریک ہیں ہی ' ان کے رفقائے کار بھی قابل تحسین ہیں جنہوں نے ان کے ساتھ مل کر مختلف حوالوں سے ان کا ہاتھ بٹایا ہے اور حوصلہ بڑھایا ہے ' محترم ڈاکٹر صاحب نے یہ خصوصی نمبر مجھے "تحفہ نعت" کہہ کر عطا کیا ہے اور میں نے اسے روحانی سوغات سمجھ کر آنکھوں سے لگایا 'اور یہ سوچ کر کہ دنیا کی بے تحاشا روشنیوں نے رہی سہی بصارت بھی چھین لی ہے خدا کرے یہ مجموعہ آنکھوں سے لگانے کی برکت سے اتنی بصیرت تو مل جائے کہ منزل نہ سہی نشان منزل ہی دیکھنے کے قابل ہو جاوں ورنہ مادیت کی اٹھائی ہوئی گرد نے ہر نقش دھندلا کر رکھ دیا ہے۔

کاظمی صاحب کے لئے صحت کی اپیل

جگر گوشہ غزالی زماں صاحبزادہ حامد سعید کاظمی گذشتہ ماہ ملتان سے ساہیوال جاتے ہوئے ایک حادثے میں شدید زخمی ہوگئے تھے آپ کی ران کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی الحمد اللہ اب کاظمی صاحب روبصحت ہیں۔ قارئین "کنزالایمان" سے گذارش ہے کہ وہ کاظمی صاحب کی جلد صحت یابی اور درازئی عمر کے لئے اللہ تعالی کے حضور دعا کریں

پروفیسر ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی سے ایک ملاقات

قرۃ العین باجوہ

پروفیسر ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی کا شمار ہمارے عہد کے ان اہل دانش میں ہوتا ہے جو خاموشی کے ساتھ علم و ادب کی خدمت میں مصروف ہیں ۔ وہ ایک ادیب شاعر اور محقق ہونے کے ساتھ ایک ذمہ دار استاد اور انتہائی باوقار شخصیت ہیں جن سے مل کر بار بار ملنے کو جی چاہتا ہے ۔ کالج میں داخل ہونے کے ساتھ ہی کالج کے جن نامور سپوتوں کا ذکر بار بار سننے کو ملا ان میں ڈاکٹر صاحب ایک نمایاں شخصیت کے مالک ہیں ۔ ہمارے پرنسپل اور استاد گرامی پروفیسر صدیق علی مرزا سے بات ہوئی تو انہوں نے ڈاکٹر صاحب سے لاہور میں ملاقات کرنے کو کہا تاکہ کالج کے مجلّے "لب جو" کے خصوصی نمبر کے سلسلے میں کالج کے ایک سابق شاگرد اور اب وطن عزیز کے ایک نامور ادیب اور استاد پروفیسر ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی سے انٹرویو لیا جاسکے ۔ ناچیز نے اس سلسلے میں اپنی کم مائیگی کا اظہار کیا تو ہمارے مشفق استاد اور کالج پرنسپل پروفیسر صدیق علی مراز نے سوالنامے کی تیاری میں ہر ممکن تعاون کا یقین دلایا چنانچہ یہ انٹرویو انہی کی ہدایت کی روشنی میں لیا گیا ہے پروفیسر صاحب نے ڈاکٹر صاحب کو اس سلسلے میں پہلے ہی آمادہ کرلیا تھا اس لئے زیادہ دقت نہ ہوئی وگرنہ ڈاکٹر صاحب سے وقت لینا بذات خود ایک مسئلہ تھا اور میں اس سلسلے میں اپنی گذارش پیش کرنے اور اتنے بڑی قد آور شخصیت سے ملاقات کے خوف سے ہی پریشان تھا ۔ بہر حال وقت مقررہ پر میں پروفیسر ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی کے ہاں شاہدرہ پہنچا تو موصوف نے بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ مجھے ڈرائنگ روم میں لے جانے کی بجائے اپنے اس کمرے میں لے جانا پسند فرمایا جہاں کمرے کے چاروں طرف الماریاں ہی الماریاں نظر آئیں جن میں سوائے کتب کے اور کچھ نہیں تھا ۔ کتابوں کا ایک ڈھیر ٹیبل پر بھی لگا ہوا تھا جبکہ کئی ایک ریکوں میں کتاب رکھنے کے سلسلے میں ڈاکٹر صاحب و کی نفاست سلیقگی کا نہایت ہی خوبصورت امتزاج نظر آرہا تھا میرا پہلا سوال حالات زندگی سے متعلق تھا جس کے جواب میں انہوں نے بتایا۔

میں نے ۹ ستمبر ۱۹۵۱ء کو مہمد والی چک نمبر ۱۱۱ میں آنکھ کھولی ۔ میرا یہ گاؤں شیخوپورہ کے ایک معروف قصبے مڑھ بلوچاں ے مغرب میں تقریباً ۳ کلو میٹر کے فاصلے پر ہے جبکہ سانگلہ ہل سے اس کا فاصلہ تقریباً آٹھ کلو میٹر بنتا ہے گھریلو ماحول مذہبی تھا ۔ والد ماجد مرحوم سید یعقوب احمد نقوی ایک معروف عالم اور شیخ طریقت تھے ۔ علاقے بھر میں امامت و خطابت کے حوالے سے ان کا ایک وقار تھا لوگ آپ کی علمی بصیرت روحانی کمالات اور جاذب نظر شخصیت سے بے پناہ متاثر تھے۔

والدہ ماجدہ بھی دیندار خاتون ہیں جن کے والد ماجد متحدہ ہندوستان کے ضلع جالندھر کے ایک روحانی پیشوا تھے۔

ابتدائی تعلیم کے سلسلے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ ابتدائی تعلیم تو بہر حال گھر میں ہی حاصل کی جبکہ گورنمنٹ پرائمری سکول تترانوالہ چک نمبر ۱۱۵ سے پرائمری کا امتحان پاس کر کے گورنمنٹ مڈل سکول مڑھ بلوچاں میں داخلہ لیا مڑھ بلوچاں کے مڈل سکول میں صرف تین ماہ ہی پڑھا تھا کہ موسم گرما کی تعطیلات میں چچا مرحوم سید نثار احمد نقوی جو لاہور میں محکمہ برقیات میں ملازم تھے کے ہمراہ لاہور چلا آیا تعطیلات کے بعد چچا جان کی خواہش کے احترام میں مڑھ بلوچاں سے سرٹیفکیٹ لیکر گورنمنٹ ہائی سکول شاہدرہ میں داخل ہوا جہاں میٹرک تک تعلیم پائی اباجان چاہتے تھے کہ میں جلد از جلد سکول ٹیچر بن کر ملازمت کروں اس لئے میٹرک کے بعد مجھے گکھڑ کے نارمل سکول میں لے جایا گیا لیکن داخلہ مکمل ہوچکا تھا اس لئے واپس گاؤں پہنچنے کی سوچ بچار ہوئی آخری فیصلہ یہی ہوا کہ اگلے سال ایس ۔ وی میں داخلہ لیا جائے یوں میں ۱۹۶۸ء میں میٹرک میں ۶۹۴ نمبر حاصل کرنے کے بعد اسلامیہ کالج سانگلہ ہل کا طالبعلم بن گیا۔

کالج کے شب و روز کا ذکر کرتے ہوئے انہون نے بتایا کہ اگرچہ وہ اپنے نمبروں کی بدولت پنجاب کے کسی بھی بڑے کالج میں آسانی سے داخل ہوسکتے تھے لیکن گھر کے نزدیک یہی کالج تھا اس لئے

قرعہ فال اسی کے نام نکلا۔ کالج نیا نیا بن رہا تھا۔ مختصر سی بلڈنگ اور مختصر سا سٹاف تھا۔ ہر استاد دو مضامین پڑھاتا تھا لیکن محنت اور لگن کالج کے اساتذہ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ پروفیسر خورشید حسین بخاری اردو اور فارسی پڑھاتے تھے اسلامیات پروفیسر عبدالغنی قادری سے پڑھی جبکہ معاشیات پروفیسر شہباز صاحب پڑھایا کرتے تھے۔ انگریزی پہلے پروفیسر محمد رفیق بھٹی سے پڑھی جبکہ ان کے جانے کے بعد کالج کے پرنسپل خواجہ خورشید احمد نے بھی انگریزی پڑھائی۔ یوں تو تمام اساتذہ شفقت فرماتے تھے لیکن پروفیسر خورشید حسین بخاری سے اپنا ایک خاص انس تھا۔ اس میں موصوف کی شخصیت کو بنیادی دخل حاصل تھا جبکہ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ ہمیں بیک وقت دو مضامین پڑھا رہے تھے۔ بخاری صاحب کالج کے روح رواں تھے۔ علمی و ادبی تقریبات کے ساتھ ساتھ کالج میگزین "لب جو" کے انچارج بھی وہی تھے میں اپنے زمانہ طالب علمی میں "لب جو" کا نائب مدیر اور مدیر رہا ہوں۔

انٹر کرنے کے بعد لاہور میں ملازمت کرلی جبکہ پڑھائی کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا پہلی تنخواہ ملنے پر اردو فاضل کا داخلہ جمع کرایا جس میں لاہور بورڈ میں اول رہا اور گولڈ میڈل ملا۔ پرائیوٹ طور پر بی اے کا امتحان پاس کرنے کے بعد شام کی کلاس میں حمایت اسلام کالج میں ایل ایل بی کیا جبکہ اسی دوران میں پرائیویٹ طالبعلم کے طور پر ایم اے اردو کیا۔ ایم اے اردو کرنے کے ساتھ ہی پنجاب پبلک سروس کمیشن کی طرف سے ۱۹۷۵ء میں منتخب ہونے کے بعد اسی سال میں نے جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ میں بحیثیت استاد تدریسی زندگی کا آغاز کیا۔ تدریس کے دوران ہی ایم اے پنجابی کیا جبکہ اسی دور میں پی ایچ ڈی کے حوالے سے کام کا آغاز کیا جو بحمداللہ تعالیٰ ۱۹۸۵ء میں مکمل ہوا اور ۱۹۸۶ء مجھے باقاعدہ ڈاکٹر آف فلاسفی کی ڈگری سے نوازا گیا۔

ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ انہوں نے گورنمنٹ جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ میں چھ سال مولانا ظفر علی خان گورنمنٹ کالج وزیر آباد سے تین سال گورنمنٹ کالج شیخوپورہ میں ایک سال اور گورنمنٹ دیال سنگھ کالج لاہور میں تقریباً تین سال تک پڑھایا اور اب ۱۹۸۹ء سے گورنمنٹ کالج شاہدرہ لاہور میں تدریسی فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

میرے ایک سوال کے جواب میں انہوں نے بتایا کہ میں نے تدریس کے شعبے کو اگر اپنایا تو مجھے اس سلسلے میں قطعا ندامت نہیں ہے بلکہ یہ شعبہ تو پیغمبری شعبہ ہے میں استاد ہوں اور مجھے اس حیثیت پر فخر ہے میری خواہش بھی یہی تھی جبکہ یہ میرے والد ماجد کی بھی خواہش تھی اس لئے ہماری مشترکہ خواہش کو مزید جلا اس خیال سے ملی کہ میں پروفیسر خورشید حسین بخاری (جو میرے اسلامیہ کالج سانگلہ ہل کے استاد تھے) کو اپنا آئیڈیل بھی سمجھتا تھا۔

ڈاکٹر صاحب سے میں نے یہ سوال بھی کردیا کہ جناب والا آپ نے اتنی ساری کتابیں کیسے اکٹھی کرلی ہیں آپ اس لائبریری کو کیا کریں گے۔ انہوں نے بتایا کہ لائبریری مجھے ورثے میں ملی ہے۔ ابا جی مرحوم نے اسلامیات کے موضوع پر بہت سی کتابیں اپنے مطالعے کے لئے خریدی تھیں جبکہ پاکستان سے ہی نہیں بلکہ بھارت سے بھی وہ مذہبی رسائل منگوایا کرتے تھے بہت سی کتابیں میں نے بھی خریدی ہیں جبکہ کچھ کتب دور حاضر کے اہل قلم کی ہیں جو انہوں نے تحفے کے طور پر یا پھر تبصرے کے لئے مجھے دی تھیں۔ بہرحال کتاب میرا اوڑھنا بچھونا ہے میں کچھ بھی نہیں ہوں اور اگر کچھ ہوں تو اپنی کتب کی وجہ سے ہوں جن کے مطالعے سے ذہن کو روحانی بالیدگی ملتی ہے اور پھر یہی تو وہ کتب ہیں جن کے مطالعہ سے میں نے اپنے آپ کو استاد بنایا ہے جبکہ انہی کتب کے مطالعہ سے میں مزید لکھنے لکھانے کے شغل میں مصروف ہوں۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنی کتاب کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ اس وقت تک میری کئی کتب شائع ہوچکی ہیں۔ سیرت نگاری کے موضوع پر ایک کتاب شائع ہوئی ہے جسے میں سرکار دوعالم ﷺ کی سیرت کے موضوع پر لکھی گئی کتب کو موضوع بحث بنایا گیا جبکہ اسلامیات اور تفسیر و حدیث پر نیشنل بک کونسل نے تین کتب شائع کی ہیں جو دراصل کتابیات ہیں ان کتب میں اس موضوع پر شائع ہونے والی کتب کے بارے میں ضروری تفصیلات بہم پہنچائی گئی ہیں۔ دو درسی کتب میری نگرانی میں شائع ہوئیں ہیں جبکہ کئی ایک کتابوں کے مسودے تا حال اشاعت کے منتظر ہیں جن میں میرا پی ایچ ڈی کا مقالہ پنجابی نعت بھی شامل ہے۔

پی ایچ ڈی کے مقالے کے سلسلے میں اپ نے بتایا کہ اس مقالے میں میں پنجابی زبان کے آغاز سے دور حاضر تک پنجابی زبان میں لکھی گئی نعتیہ شاعری کو زیر بحث لایا ہوں۔ اس مقالے کو لکھنے کے

سلسلے میں مجھے بے پناہ لائبریوں کو دیکھنا پڑا ہے جب کہ بہت سی کتب بھی اس سلسلے میں خریدی گئی ہیں کئی ایک قلمی مخطوطے بھی مجھے پڑھنے پڑے ہیں یوں تو اس مقالے میں پنجابی زبان میں لکھی گئی نعتیہ شاعری ہی زیر بحث آئی ہے لیکن مقالے کے ذریعے کئی ایک ایسے شعراء کا ذکر بھی پہلی دفعہ منظر عام پر آیا ہے جن کا نام تک ہماری تواریخ اور تذکروں میں محفوظ نہ تھا۔

مقالے کے موضوع کے انتخاب کے سلسلے میں انہوں نے بتایا کہ یہ موضوع ہی مجھے پنجابی کی طرف لے گیا۔ پنجابی زبان میں جو شیرنی مٹھاس اور محبت ملتی ہے اسے کسی دوسری زبان میں تلاش کرنا مشکل ہے پنجابی زبان و ادب پر اسلامی اثرات بہت گہرے ہیں تفاسیر سے لیکر سیرت کی کتابوں تک اور فقہ سے لیکر تصوف تک پنجابی زبان میں بہت سا لٹریچر ملتا ہے جب کہ نعت و سیرت کی ایک مستقل روایت پنجابی زبان میں ہر دور میں مروج و مقبول رہی ہے اور یہ روایت لمحہ موجود میں اپنی پوری توانائی کے ساتھ ابھر کر سامنے آئی ہے دور حاضر میں نعت ذکر رسالتماب ﷺ کے حوالہ ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے اندر رستے عہد کے کرب نامے کو بھی سمیٹ رہی ہے اور اس آشوب کا حل بھی بتارہی ہے کہ وہ صرف اور صرف اسوہ رسول پر عمل کی صورت میں ممکن ہے۔

ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی کا ایک حوالہ ہماری علمی و ادبی دنیا میں یہ بھی بنتا ہے کہ انہوں نے بعض مشہور ترین نمبر مرتب کئے ہیں اس سلسلے میں ایک سوال کے جواب میں انہوں نے تفصیل کے ساتھ بتایا کالج میگزین سے میرا تعلق بحیثیت طالبعلم پہلے ہے اور بحیثیت استاد بعد میں بحیثیت طالبعلم میری سب سے پہلی تحریر اسلامیہ کالج سانگلہ ہل ہی کے پرچے میں شائع ہوئی جس کا عنوان اسلام اور علم تھا لطف کی بات یہ ہے کہ یہ مضمون اگر میرا پہلا مطبوعہ مضمون ہے تو یہ اس پرچے میں شائع ہوا جو اپنے کالج کا پہلا پرچہ تھا یعنی "لب جو" کا پہلا شمارہ میں اگرچہ "لب جو" کا پہلے سال نائب مدیر اور دوسرے سال مدیر بھی بنا لیکن ادارت کے اصل جوہر ظاہر ہے کھلتے کھلتے وقت لگتا ہے لیکن یہ اعزاز بہرحال لب جو کو ہی جاتا ہے کہ اس نے مجھے قلم کے رشتے سے آگاہ کی اور اس کی اہمیت سے شناسائی بخشی اس سلسلے میں لب جو کے انچارج استاد گرامی پروفیسر خورشید حسن بخاری کا میں بطور خاص ممنون ہوں جن کی سعی و کاوش اور رہنمائی مجھے میسر آئی آنٹر کے بعد میرا کسی بھی کالج سے رابطہ نہ رہا یعنی میں نے ایم اے بی اے کے امتحانات پرائیوٹ طالبعلم کی حیثیت سے پاس کئے اس لئے پھر کسی کالج کے پرچے سے تعلق کی کوئی صورت نہ بن سکی۔ البتہ حمایت اسلام لا کالج لاہور کے پرچے الاصول میں چند ایک چیزیں ضرور شائع ہوئیں جن دنوں کہ میں ایف ای ایل کا طالبعلم تھا "لب جو" کے پہلے شمارے میں مضمون کے شائع ہوتے ہی میری مضمون نویسی کی رفتار تیز ہوگئی اور میں قومی اخبارات میں سال اوّل میں ہی مضامین بھجوانے لگا اور وہ شائع بھی ہونے لگے۔

کالج میگزین سے دوسرا تعلق بحیثیت استاد ہے۔ بحیثیت استاد عجب اتفاق ہے کہ میں نے عام طور پر خاص نمبر ہی ترتیب دیئے ہیں۔ اگرچہ اسلامیہ کالج سیالکوٹ میں قیام کے دوران کالج کے مجلے "کاوش" کا میں مشیر ادارت تھا لیکن کاوش کا مجھے پہلا نمبر مرتب کرنے کا جو موقع ملا وہ ہجری نمبر تھا۔ ہجری نمبر خاصی تاخیر سے شائع ہوا جبکہ میں خود کالج چھوڑ کر دوسرے کالج میں چلا گیا تھا اس لئے وہ زیادہ منظر عام پر نہ آسکا۔ وزیر آباد کالج پہنچا تو وہاں کالج ہی مولانا ظفر علی خان سے منسوب تھا کرم آباد مولانا ظفر علی خان کا علاقہ ہے جو وزیر آباد سے چند کلومیٹر دور سمبڑیال روڈ پر واقع ہے اس لئے وزیر آباد سے مولانا ظفر علی خان کا ایک خاص تعلق بنتا تھا چنانچہ میں نے پرنسپل صاحب کو ظفر علی خان نمبر شائع کرنے کی ترغیب دی ظاہر ہے ذمہ داری بھی اٹھائی چنانچہ ۱۹۸۴ء میں چار سو صفحات پر مشتمل مولانا ظفر علی خان نمبر شائع ہوا جس میں مولانا کی زندگی سوانح سیرت شاعری سیاست اور صحافت کے ہر گوشے پر ممکنہ حد تک مواد فراہم کیا گیا جبکہ بعض نادر قسم کی نگارشات بھی پہلی بار اس پرچے میں طبع ہوئیں۔ پرچے کی تقریب رونمائی میں مرحوم ظہور عالم شہید روزنامہ خبریں کے مدیر ضیا شاہد معروف سیاسی کارکن اور قلمکار خواجہ افتخار حکیم عنایت اللہ نسیم سوہدروی نے اپنی آراء کا اظہار کیا اور بعض رسائل اور اخبارات میں گرانقدر تبصرے بھی شائع ہوئے۔ ۱۹۹۰ء قرار داد پاکستان کی گولڈن جوبلی منانے کا سال تھا۔ چنانچہ موقع کی مناسبت سے گورنمنٹ کالج شاہدرہ کے علمی و ادبی مجلے "اوج" کا قرارداد پاکستان گولڈن جوبلی نمبر ترتیب دینے کی مجھے ذمہ داری سونپی گئی چنانچہ ۷۶۴ صفحات پر مشتمل نمبر شائع ہوا جس میں تاریخ پاکستان کے مختلف گوشوں کے حوالے سے مضامین نظم و نثر شائع کئے گئے

اگرچہ چند ایک دیگر کالجز کے اس موقع پر خاص نمبر بھی شائع ہوئے لیکن اوج کے اس خاص شمارے کو علم و ادب اور تحریک پاکستان سے وابستہ افراد اور اداروں نے بطور خاص پسندیدگی کی نظروں سے دیکھا اہل علم نے اپنی گرانقدر رائے سے نوازا ۔ اس شمارے میں بعض نوادرات پہلی دفعہ منظر عام پر آئے جبکہ کارکنان تحریک پاکستان کے انٹرویوز بھی اس شمارے میں شائع کئے گئے ۔ تحریک پاکستان میں مختلف طبقات کے کردار پر روشنی کے ساتھ ساتھ ہجرت کے دردناک اور پر آشوب پہلو جن سے گزر کر مہاجرین پاکستان آئے میں نے پاکستان بنتے دیکھا کے عنوان سے شائع کیا گیا۔

مستقبل میں کیا کرنے کا ارادہ ہے ؟ کے جواب میں ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ میں ان دنوں اوج کا نعت نمبر ترتیب دے رہا ہوں جس میں نعت گو شعرا اور نامور نعت خوانوں کے انٹرویوز کے ساتھ ساتھ مختلف زبانوں اور علاقوں میں لکھی گئی نعت کو زیر بحث لایا جارہا ہے جبکہ نعت نمبر میں اردو پنجابی اور عربی فارسی نعت کے انتخاب بھی شامل ہوں گے کوشش یہی ہے کہ نعت نمبر کو نعت کے حوالے سے ایک ایسی تحقیقی دستاویز بنادیا جائے تاکہ نعت کے موضوع پر آئندہ کام کرنے والے کو بنیادی مواد فراہم ہوسکے ۔

تصنیف و تالیف کے حوالے سے منصوبوں کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی نے بتایا کہ وہ بہت جلد اپنے مضامین کو کتابی صورت میں ترتیب دینے کا ارادہ رکھتے ہیں جبکہ اردو اور پنجابی زبان کے حوالے سے بعض موضوعات پر قلم اٹھانے کا ارادہ بھی ہے جس سے ان زبانوں پر اسلامی تہذیب و تمدن کے اثرات اور ان کے فروغ میں اسلام کے کردار کو زیر بحث لانے کا ارادہ ہے ۔

پروفیسر ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی سے اس ملاقات میں جہاں ان کی ذاتی زندگی اور علمی و ادبی خدمات کے حوالے سے گفتگو ہوئی وہاں میرا ایک اور سوال ان سے ذاتی نوعیت کا تھا جس کے جواب میں انہوں نے بتایا کہ میرا خاندان ۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے مہمدوالی چک نمبر ۱۱۱ میں آباد ہوا تھا والد ماجد کا ذکر کرچکا ہوں کہ وہ عالم دین اور شیخ طریقت تھے ۔ خاندان کے دیگر اہل علم حضرات میں ہمارے بزرگ جو رشتے میں میرے ماموں ہیں سید محمد امین علی نقوی ہیں انہوں نے عربی فارسی اردو اور پنجابی زبان میں شاعری کی ہے موضوع نعت مناقب ہے اردو میں حروف غیر منقوط میں محمد ہی محمد نام سے کتاب شائع ہوئی ہے جبکہ عربی زبان میں حروف غیر منقوط میں محمد رسول اللہ کے عنوان سے کتاب شائع ہو چکی ہے ۔ نعت کے تین مجموعے ان دو کتابوں کے علاوہ ہیں موصوف عالم باعمل ہیں اور فیصل آباد میں مقیم ہیں چھوٹا بھائی عمران نقوی بھی ادیب اور شاعر ہے آج کل نوائے وقت کا ادبی اور تعلیمی ایڈیشن ایڈٹ کر رہا ہے ۔ انہوں نے بتایا کہ اللہ تعالی نے مجھے چار بیٹے اور دو بیٹیاں عطا کی ہیں جو اللہ تعالی کا کرم ہے۔

ڈاکٹر صاحب سے ملاقات خاصی طویل ہوچکی تھی اس ملاقات میں ٹیلیفون کی گھنٹی بھی مسلسل آڑے آرہی تھی جبکہ احباب کی آمد اور ملاقات کاسلسلہ بھی جاری تھا ۔ موصوف تمام مصروفیات کو خندہ پیشانی سے پوری کرتے ہوئے مسلسل میرے سوالات کے جوابات بھی دیے چلے جارہے تھے جی چاہتا تھا کہ میں سوال کرتا چلوں لیکن مجھے ان کی مصروفیات کا بھی احساس تھا اس لئے انٹرویو کو مکمل کرتے ہوئے میں نے ان سے آخری دو سوال کہہ کر سوال کیا جس کا جواب میں انہوں نے بتایا کہ میری زندگی کا مقصد میری تحریر کا مدعا اور میری گفتگو کا منتہا اسلام پاکستان اور نظریہ پاکستان ہے میں ایک مسلم گھرانے میں پیدا ہوا ۔ یہ اللہ کا خاص کرم ہے پاکستان میرا وطن ہے یہ بھی خالق کائنات کی عنایت ہے ۔ میں جو کچھ ہوں وہ اسی وطن کی مٹی سے تعلق کی وجہ سے ہوں اور میرے وطن کی مٹی میں دین اسلام کی سوندھی سوندھی خوشبو مجھے پیاری لگتی ہے ۔ ایسے کیوں نہ ہو ۔ یہ وطن سینکڑوں سالوں کی تگ و دو اور قربانیوں کا ثمر ہے ۔ اس سرزمین کے حصول کے لئے لاکھوں انسانوں کی جانیں کام آئی ہیں یہ سرزمین شہیدوں کے خون کی سرخی سے رنگین ہے پاکستان سے میرا تعلق قتیل شفائی کے شعر کے حوالے سے مختصرا یوں ہے۔

اپنی تو پہچان رہی ہے اس پہچان سے پہلے بھی
پاکستان کا شہری تھا میں پاکستان سے پہلے بھی

آخری سوال اسلامیہ کالج سانگلہ ہل کے طالب علموں کے نام پیغام کا تھا جس کے جواب میں انہوں نے فرمایا پیغام کے لئے جس عمر کی ضرورت ہے میں ابھی وہاں نہیں پہنچا جس علم کی ضرورت ہے وہ مجھ میں نہیں جبکہ اسلامیہ کالج سانگلہ ہل کے طالبعلم

باقی صفحہ کالم ۲

تعزیتی خطوط

☆ احمد ندیم قاسمی - ایڈیٹر سہ ماہی فنون - لاہور
ڈاکٹر آفتاب نقوی صاحب کی دردناک ہلاکت کا شدید صدمہ ہے ابھی چند روز پہلے میں نے ان کے مرتب کردہ نعت نمبر پر "فنون" میں تبصرہ چھاپا تھا وہ ایک عالم اور عمدہ انسان تھے اللہ تعالی لواحقین کو صبر کی توفیق دے - آمین۔

☆ ظفر اقبال ڈائریکٹر جنرل اردو سائنس بورڈ لاہور
ڈاکٹر آفتاب نقوی صاحب کا یوں رخصت ہوجانا لواحقین کو جس عذاب میں مبتلا کر گیا ہے - اس کا اندازہ کرنا کسی بھی ذی ہوش کے لئے ممکن نہیں - مگر قدرت کے کاموں میں کون دخل دے سکتا ہے
اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ پس ماندگان کو صبر کی توفیق دے۔

☆ مخلص قریشی - ماہنامہ ہم لوگ - لاہور
آفتاب نقوی صاحب کی وفات کی خبر پڑھ کر انتہائی دکھ ہوا - مرحوم انتہائی خلیق دھیمے لب و لہجے اور خلوص والے انسان تھے - اللہ کریم مرحوم کو غریق رحمت کرے - آمین

☆ سید سبط الحسن ضیغم
ڈاکٹر آفتاب نقوی صاحب کی شہادت کا بہت افسوس ہوا رب کریم سب کو صبر جمیل دے - آمین

☆ محمد افسر ساجد - پیپلز کالونی - فیصل آباد
ڈاکٹر آفتاب نقوی صاحب کی وفات حسرت آیات پر بہت صدمہ ہوا یہ بہت بڑا سانحہ ہے اللہ تعالی مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے - اور پس ماندگان کو صبر کی توفیق دے -- آمین

☆ صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی - ہفت روزہ تسخیر - لاہور
ڈاکٹر آفتاب نقوی صاحب کے قتل بے گناہ کی خبر ملی - انا للہ و انا الیہ راجعون - بے حد صدمہ پہنچا
یوں لگتا ہے کہ ہماری زمین شریفوں کے لئے تنگ اور شریروں کے لئے وسیع ہوتی جارہی ہے اللہ تعالی ہم سب پر انفرادی اور پوری قوم پر اجتماعی رحم فرمائے کہ وقت دعا ہے بلا شبہ ڈاکٹر صاحب کی یہ موت شہادت ہے اور شہید کا لہو رائیگاں نہیں جاتا۔
اللہ تعالی مرحوم کو اپنی خصوصی رحمت سے نوازے اور لواحقین کو صبر کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

☆ اسلم کولسری
میرے پاس الفاظ نہیں کہ افسوس کرسکوں۔ اللہ کریم اپنے نیک بندوں کو ہی آزماتا ہے

میاں محمد نواز شریف صدر پاکستان مسلم لیگ۔

محترم ڈاکٹر آفتاب نقوی صاحب کے سانحہ قتل پر انتہائی دکھ اور رنجیدہ دل کے ساتھ یہ خط آپکو تحریر کر رہا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب کی ابدی جدائی سے آپ اور آپکے خاندان کو جس المناک سانحہ سے دوچار ہونا پڑا وہ ایک نہ بھولنے والا ناقابل یقین المیہ ہے۔ اور اس سے پیدا ہونے والا خلا کبھی پورا نہیں ہوسکے گا (انا للہ وانا الیہ راجعون)

☆ محمد صادق لالہ صحرائی - خانیوال
اخبارات میں محب محترم ڈاکٹر آفتاب نقوی کے دردناک سانحہ رحلت کی خبر پڑھ کر مجھے بہت صدمہ ہوا مرحوم سے میرے تعلقات اوج کے نعت نمبر کی تیاری کے وقت ہوئے جو ان کی وفات تک کے برقرار رہے - میری دعا ہے کہ مولا کریم ڈاکٹر صاحب کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے اور پس ماندگان کو یہ نقصان عظیم برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے - آمین

☆ محمد صادق قصوری - برج کلاں - قصور
ڈاکٹر صاحب بہت محبت کرنے والے انسان تھے میرے انتہائی محسن اور کرم فرما تھے - اللہ تعالی انہیں جنت الفردوس میں اعلی جگہ عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے - آمین

تعزیتی قراردادیں

☆ پاکستان رائٹرز گلڈ

پاکستان رائٹرز گلڈ پنجاب کی مجلس قائمہ کا اجلاس پروفیسر حفیظ صدیقی صاحب کی صدارت میں ہوا جس میں ڈاکٹر آفتاب نقوی اور مقبول کاوش کے سفاکانہ قتل پر گہرے دکھ کا اظہار کیا گیا اجلاس میں مطالبہ کیا گیا کہ حکومت ان کے قاتلون کو جلد گرفتار کرے اور قرار واقعی سزا دے۔ دعا کی گئی کہ رب ذوالجلال مرحومین کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا کرے۔

☆ سید معراج جامی - بزم تخلیق ادب - کراچی

کراچی ۲۹ اکتوبر کو ہڑتال تھی دفتر سے واپسی پر میں نے عوام اخبار خریدا جس کے صفحہ اول پر چھوٹی سی خبر تھی شاہدرہ میں دو ممتاز شیعہ رہنماؤں کا قتل جب تفصیل پڑھی تو دل کو ایک دم دھچکا لگا کہ ڈاکٹر آفتاب نقوی کو اپنے دوست مقبول کاوش کے ہمراہ گولیوں کا نشانہ بنادیا گیا یہ خبر لواحقین کے لئے تو جانکاہ ہے ہی ہم بھی اس حادثے کو اپنے قلب پر محسوس کرتے ہیں۔

☆ گورنمنٹ ظفر علی خان ڈگری کالج وزیر آباد

۲۹ اکتوبر کو ظفر علی خان ڈگری کالج وزیر آباد کا ایک ہنگامی اجلاس زیر صدارت پرنسپل چودہری محمد احسن منعقد ہوا جس میں ڈاکٹر آفتاب نقوی اور مقبول کاوش کے قتل پر شدید غم وغصے کا اظہار کیا گیا۔ کہ حکومت پنجاب سے مطالبہ کیا گیا ان کے قتل کا مقدمہ دہشت گردی کی عدالت میں چلا کر ملزمان کو قرار واقعی سزا دی جائے اور مقتولین کے لواحقین کی مالی امداد کی جائے۔ اجلاس میں مرحومین کی ارواح کو ایصال ثواب کے لئے فاتحہ خوانی کی گئی

☆ گورنمنٹ اسلامیہ ڈگری کالج قصور

۲۹ اکتوبر کو پی پی ایل اے کالج یونٹ کا ایک اجلاس پروفیسر راو اختر علی انجم کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ اجلاس میں ڈاکٹر آفتاب نقوی اور ان کے دوست مقبول کاوش کے اندوہناک قتل پر شدید غم و افسوس کا اظہار کیا گیا۔ اجلاس میں علم و ادب کے سلسلے میں پروفیسر صاحب کی شاندار خدمات کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔

☆ کنزالایمان سوسائٹی لاہور

مورخہ ۳ نومبر کو کنزالایمان سوسائٹی کا اجلاس زیر صدارت محمد نعیم طاہر رضوی ہوا۔ اجلاس معروف ادیب، دانشور اور محقق پروفیسر ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی کے بہیمانہ قتل کی پرزور مذمت کی گئی اور حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ ان کے قاتلوں کو فوراً گرفتار کر کے قرار واقعی سزادی جائے آخر میں اللہ تعالیٰ کے حضور ڈاکٹر صاحب کی بلندی درجات کے لئے دعا کی گئی۔

☆ گورنمنٹ انٹر ماڈل کالج ماڈل ٹاون لاہور

۲۹ اکتوبر ۱۹۹۵ء کو گورنمنٹ انٹر ماڈل کالج کے تدریسی عملے کا اجلاس ہوا جس میں پروفیسر آفتاب نقوی اور ان کے دوست مقبول کاوش کے بہیمانہ قتل کی شدت مذمت کی گئی اور ان کی روح کو ایصال ثواب کے لئے فاتحہ خوانی کی گئی۔ ساتھ ہی قاتلوں کی فوری گرفتاری اور پس ماندگان کی مالی مدد کے لئے قرار داد پاس کی گئی۔

☆ گورنمنٹ اسلامیہ کالج فیصل آباد

۳۰ اکتوبر ۱۹۹۵ء کو گورنمنٹ اسلامیہ کالج فیصل آباد کے پرنسپل اور اساتذہ کا ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں پروفیسر آفتاب نقوی کے بہیمانہ قتل پر شدید غم و غصہ کا اظہار کیا گیا۔

اجلاس میں پروفیسر صاحب کی علمی و ادبی خدمات کو شاندار انداز میں خراج عقیدت پیش کیا گیا اور مرحوم کی مغفرت کے لئے دعا کی گئی

کنزالایمان کے اجراء کا طریقہ

۱۱۰ روپے درج ذیل پتہ پر منی آڈر کردیں رسالہ سال بھر آپ کو گھر بیٹھے ملا کرے گا۔

پتہ = ماہنامہ "کنزالایمان" دہلی روڈ صدر لاہور چھاونی پاکستان

پوسٹ کوڈ نمبر ۵۴۸۱۰

CONDOLENCE LETTERS.

THESE LETTERS ARE SUBJECTED TO THE WIFE OF LATE PROF, DR. AFTAB NAQVI AND HIS BROTHER IMRAN NAQVI

WASIM SAJJAD CHAIRMAN SENATE.

I Deeply Shocked and grieved to learn about the tragic and cold blooded Murder of your illustrious Husband (.) Late Naqvi Sahib was a true educationist who served the cause of education and literature through his life and won international applause for his research work in the field of naat Rasool (.) while I condemn the assassination of a true scholar , I pray to almighty Allah to rest his soul in eternal peace and give you and other member of your family strength to bear this shock with fortitude

Mir Abdul Jabbar Dy. Chairman Senate

I Deeply shocked and grieved to learn about the tragic and cold blooded murder of your illustrious husband (.) please accept my heartfelt condolences and sincere sympathies (.) Late Naqvi Sahib was a true educationist who served the cause of education and literature through his life and won international applause for his research work in the field of Naate Rasool (.) while I condemn the assassination of a true scholar I pray to almighty Allah to rest his soul in eternal peace and give you and grant your and other members of the family courage to bear the irreparable loss with equnimity

Prof. Shahid Hussain
Head, Deptt. Of Philosophy
Govt. College Lahore.

My Dear Imaran Naqvi ,

The staff and students of the Department of Philosophy Government College Lahore, Place on record their deep sense of grief and sorrow over the sad demise of Prof. Dr. Aftab Ahmad Naqvi of Govt. College Shahdrah Lahore. May God rest his soul in peace an enable the bereaved family to bear this irreparable loss.

. According to Press reports he donated that cash award to his college magazine.

Dr. Naqvi had a great passion for writing on national themes. Aftab was first given prominence when he was appointed editor of the intermediate College, Sangla Hill served as magazine editor wherever he went as a student or as a teacher.

on his first appointment as a lecturer in Urdu, he was sent to the Jinnah Islamia College Sialkot where Prof Younus Hasrat was his senior colleague. Hasrat says that Naqvi was appointed teachereditor of the college magazine Kavish and he was assigned to bring out a comprehensive issue on the Hijra. He worked hard in preparation of the magazine but it could not be published. Meanwhile, he was transferred to the Maulana Zafar Ali Khan College, Wazirabad where he somehow took over of the college magazine and published a special issue on Zafar Ali Khan which was the most comprehensive document on the Maulana's life and work . It may be mentioned here that the maulana had also written many neets out of which the one the following line is the most popular:

Who shama ujala jis nay kia
chalees baras tak gharon mein.

This issue earned the late profesor much praise from the national Press and top intellectuals Press and top intellectuals. It was his gift for Wazirabad after which he was transferred to Sheikhupura and then to the Dayal Singh College and ultimately to Shahdara where he now lies buried.

It was the year 1990 when the golden jubilee of the Lahore Resolution was observed. Dr. Naqvi convinced the principal that a comprehensive issue of the college magazine . Auj be brought out on the Lahore Resolution (incidentally, the Congress resolution demanding complete freedom from the British was passed in Shahdara on the right bank of the Ravi).

The principal readily agreed because the previous performance of the professor in other colleges had earned him a good name. The issue on the Lahore Resolution was also well - received. In the end come the naat number of Auj which spoke volumes of Naqvi's devotion to the subject. Earlier , he also helped Iqbal Zakhmi in bringing out a naat edition of his magazine Likhari in 1985 from Shahdara. Dr. Aftab Naqvi made a substantive contribution to literature which will keep his name alive years to come.

بقیہ نقوی سے ایک ملاقات

میرے بھائی ہیں وہ آج ۱۹۹۳ میں اس کالج میں پڑھ رہے ہیں جبکہ میں ۱۹۶۸ء سے ۱۹۷۰ء تک ان کا کالج فیلو رہا ہوں اس لئے پیغام کا میرا حق بھی نہیں ہے البتہ انہیں میری طرف سے اقبال کا ایک شعر دوبارہ یاد دلا دیں وہی کافی ہے۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کردے
دہر میں اسم محمد سے اجالا کردے

اور اس شعر کے ساتھ ہی میں اجازت لے کر چلا آیا لیکن ڈاکٹر صاحب سے اس ملاقات نے مجھے جس طمانیت اور اخلاص کی دولت سے مالا مال کیا اس کی مہک سے آج بھی مشام جاں کو معطر محسوس کر رہا ہوں۔

scholars, was reproduced.

It is said and with some justification that since Punjabi writers were educated in Arabic and Persian, their creative writings or poetry mirrored the style and substance of Persian poetry. But strangely enough that every Punjabi poets like Baba Farid , Shah Husain , Sultan Bahu never adopted the traditional naat style. Baba Farid has not even directly referred to the Holy Prophet . The same is the case with Shah Husain. He used words like peer, paghambar, aulia but not the Prophet by name in spite of the fact that naat was being composed or tributes were being paid to the Holy Prophet by Guru Nanak and the poet whose naat was included in the Janam Saakhi of 1540.

According to Ainual Haq ,this naat was written by one Mulla Jeeven about whom very littel is known but Haq asserts that he was certainly a Nanak contemporary (1469-1539).

Baba Jeeven says.

(All praise for Allah , next comes the Prophet. After the Prophet his four friends (the four caliphs) are to be praised. Allah is eternal and one who recites the kalima of the Prophet will complete his worldly journey earnestly. He will have no fear in the next world. Then there will be the day of resurrection when God will be the Judg and the Prophet will be the mufti . They will assess everyone and count his good and bad deeds. The Prophet will save his followers who had done good deeds, etc).

It is said that before Baba Jeeven and Baba Farid, there was a couplet about the Prophet by Haji Baba Ratan but we still don't know to which period he belonged . According to some ,he was a contemporary of the Prophet while others are of the opinion that he belonged to the period between AD 1000 and 1200.

Dr. Aftab Ahmad Naqvi has probed all the sources of Punjabi naat thoroughly and of course with reference to the naat in almost all languages of the sub- continent . This is verified by the Shahdara College Magazine Auj (Reviewed by Dawn on May 10) of which he edited a special two - volume issue on naats . The edition, spread over 1400 pages, included naatia literature in Arabic Persian Chinese German ` French` English` Kurdis, Punjabi, Sindhi, Pushto, Balochi, Urdu, Brahvi, Gujarati, Gojri, Marwari, Hindi, Mewati,, Kashmiri , Bengali and behari . The naat in Behari is by none other than the famous scholar and researcher, Maulana Manazar Ahsan Gilani, who has written a wonderful book. on the life of the Prophet in Urdu and also a thick volume on the economic concepts of Islam.

Dr. Aftab Ahmad Naqvi put a great deal of effort in the special issue of the Auj . But one hopes that his book or doctoral thesis on the Punjabi naat will be more exhaustive and prove a milestone in Punjabi criticism . Dr Naqvi was duly recognised by the government which awarded him an award with Rs. 20,000 in cash

REGISTERED NO L 9117 MONTHLY

KANZ- UL- IMAN

ENGLIHS/ URDU

CHIFE EDITOR MOHMMAD NAEEM TAHIR RIZVI

SUBCRIPTION

POSTAL ADDRESS 1422/6 DELHI ROAD SADDER
LAHORE PAKISTAN POST COD NO .54810
Ph. 371927-372927

MONTHLY Rs. 10
YEARLY Rs. 110

JANUARY 1996 VOLUME No. 5 EDITION No. 11

NAATIA LITERATURE AND DR. NAQVI

SHAFQAT TANVIR MIRZA.

LAST month saw the death of two great Punjabi scholars, one activist and two senior Punjabi sympathisers who made great contributions to Urdu. They were Ainual Haq Faridkoti, Dr. Aftab Ahmad Naqvi, Mrs. Satnam Mahmud, Maualana Hamed Ali Khan and Mumtaz Mufti.. Another author also passed away during this month, fiction writer Nishat Fatima.

Ainual Haq and Dr. Aftab Naqvi were known for their unflinching loyalty to Punjabi language and literature. They also shared a passion for research. Ainual Haq. 30 years senior to Naqvi, was linguist while the latter was more interested in religious themes in Urdu and Punjabi . But in research you meet very odd people and that is how Naqvi and Aniul Haq meet in the field of Naatia poetry in Punjabi. It was not his special interest but during his research on linguistics, Ainual Haq found the first most important piece of naat in the Janam Saakhi(biography) of Baba Nanak which was written in 1540 a year after the death of the Guru and the birth of Shah Husain.

Prof Hafeez Taaib and late Prof Aftab Ahmad Naqvi who was murdered by unknown assailants in Shahdara on October 28 specialised in the naat. Hafeez has written many books in Urdu and Punjabi while Naqvi did his doctorate in the Punjabi naat .... the first ever research work on the subject in Punjabi. Dr Naqvi was basically a lecturer in Urdu but he had done his master's in Punjabi also. He was a law graduate as well but preferred to be a teacher.

Ainual Haq Faridkoti had found the naat - which can be called the first ever known in Punjabi - in the Janam Saakhi and contributed an article on the subject in the Punjab University's Punjabi research magazine, Khoj (No 30 January 1993) in which the naat, so far hidden from other